

تذکرہ

سید و زلات رسول

قادی رضوی حامدی



از قلم

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادی

ادارۃ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل
کراچی



تذکرہ

مولانا سید وزارت رسول

قادری رضوی حامدی



تخریر

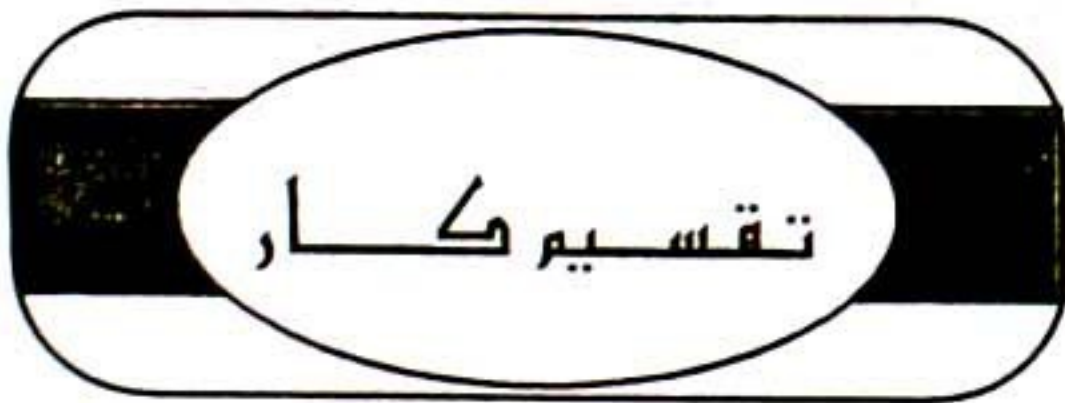
صاحبزادہ وجاہت رسول قادری



ناشر

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل
اسلامی جمہوریہ پاکستان

نام ----- تذکرہ مولانا وزارت رسول قادری
تحریر ----- سید و جاہت رسول قادری
سن اشاعت ----- ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء
تعداد ----- ایک ہزار
نگران طباعت ----- اقبال احمد اختر القادری
ہدیہ ----- 20/= روپیہ
ناشر ----- ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل



المختار پبلی کیشنز

25، جاپان مینشن، رضا چوک، ریگل صدر کراچی، 74400



ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اسلام آباد

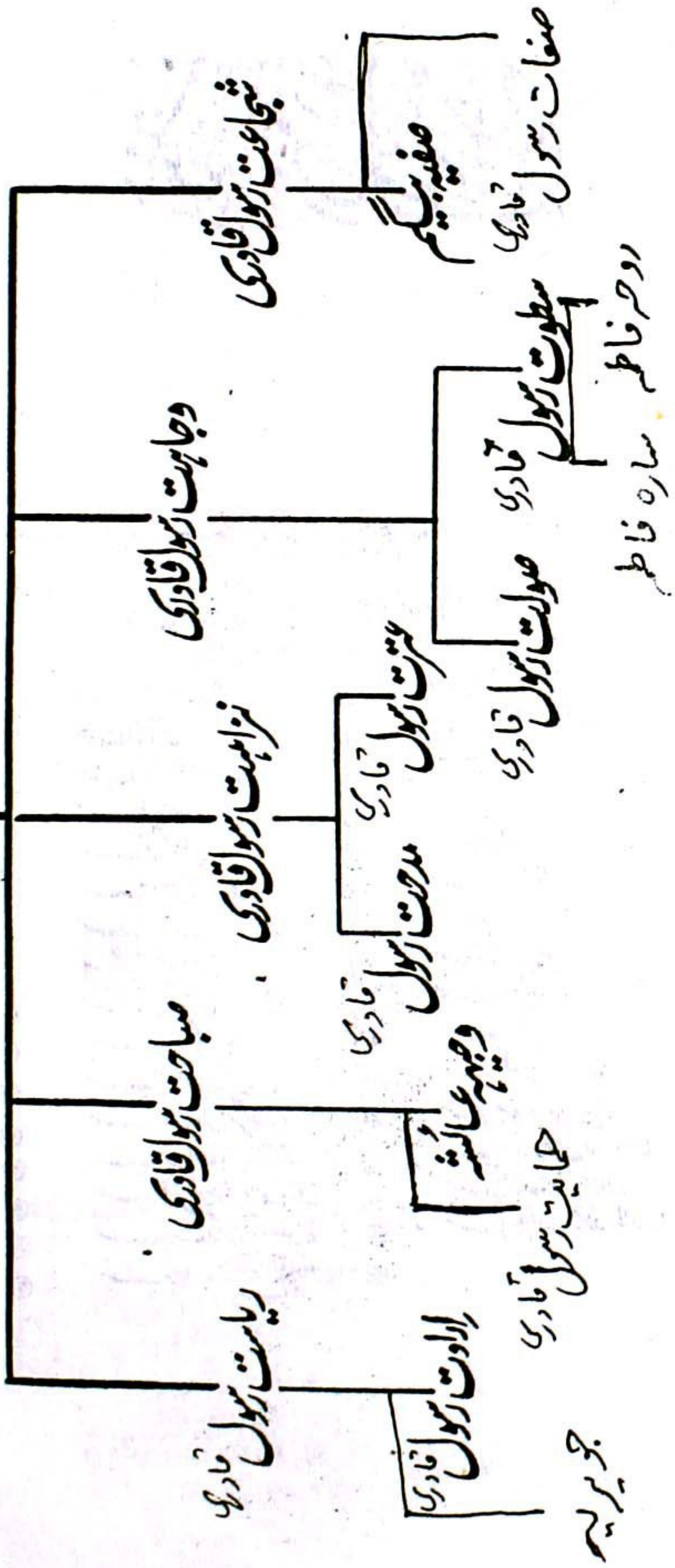
44/4-D، اسٹریٹ، 38، سیکٹر F-6/1

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محتوی

رحمت عالم نور مجسم احمد مصطفیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم		
حضرت فاطمہ زہرا خاتونِ جنت زوجہ مطہرہ حضرت علیؑ		
حضرت امام حسینؑ	۱	
حضرت امام باقرؑ	۲	
حضرت امام موسیٰؑ	۳	
سید علی رضاؑ	۴	
سید محمد جعفرؑ	۵	
سید علی مسکریؑ	۶	
سید محی الدینؑ	۷	
سید کریم الدینؑ	۸	
سید محمد موسیٰ گیلانیؑ	۹	
سید ابدال گیلانیؑ	۱۰	
سید ابی الحیات گیلانیؑ	۱۱	
سید میاں دل شیر گیلانیؑ	۱۲	
سید زین العابدین بخاریؑ	۱۳	
سید فضل الرسول احمد آبادیؑ	۱۴	
سید ہدایت رسول کھنویؑ	۱۵	
سید وجاہت رسول قادریؑ	۱۶	
حضرت امام زین العابدین	۱۷	
حضرت امام جعفر صادق	۱۸	
حضرت امام قاسم	۱۹	
سید محمد مہدی	۲۰	
سید ابو محمد	۲۱	
سید ابو القاسم	۲۲	
سید احمد	۲۳	
سید زکریا الدین	۲۴	
سید نصر گیلانی	۲۵	
سید اسماعیل بوریلوہی	۲۶	
سید تقی گیلانی	۲۷	
سید عبد الواحد گیلانی بخاری	۲۸	
سید عبد الرسول احمد آبادی	۲۹	
سید احمد رسول سولہی	۳۰	
سید وزارت رسول قادری	۳۱	

فلاحیت رسول قادری





تذکرہ

مولانا سید وزارت رسول

قادری رضوی حامدی



حافظ مرید جام جم است اے صبا برو
وز بندہ بندگی برساں شیخ جام را

تذاتیہ :

فاضل نوجوان عزیز مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری زید علمہ وسلمہ تعالیٰ گزشتہ
سال سے شاہزادہ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ
الرضوان کی حیات، سیرت و کردار اور کاناموں پر ایک کتاب مرتب کر رہے ہیں، اس سلسلہ
میں انہوں نے فقیر سے بھی رابطہ کیا اس لئے کہ ان کے علم میں یہ بات آئی کی فقیر کے والد
جد مولانا سید وزارت رسول قادری رضوی حامدی علیہ الرحمۃ اور ان کے گھرانے کے
حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ سے خصوصی روابط رہے ہیں اور یہ کہ والد ماجد کو آپ سے شرف بیعت
خلافت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ احقر کے پاس حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے سلسلہ

میں جو کچھ بھی مواد و ماخذ موجود تھا وہ شاہ صاحب کو مہیا کر دیا، لیکن ان کا اصرار یہ بھی تھا کہ فقیر اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کی زندگی کے حالات کے متعلق کچھ اپنے قلمی تاثرات بھی قلمبند کرے۔

چونکہ حضرت سید صابر حسین شاہ مخاری صاحب زیدہ مجدد فقیر کے محسنین اور مخلصین میں سے ہیں اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی خدمت کے حوالے سے احقر پر اور بھی زیادہ لطف و کرم اور نظر عنایت فرماتے ہیں، پھر مزید یہ کہ برہانپور شریف کے دور دراز دیہات میں بیٹھ، کرجہاں نہ بجلی ہے نہ پانی، نہ راستے پکے ہیں، وہ دین متین اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی جو قلمی خدمت انجام دے رہے وہ اس قدر اہم اور قابل قدر ہے کہ فقیر کے لئے ان کی بات ٹالنا ممکن نہیں رہا، اس لئے احقر نے ان سے اس کام کی حامی بھر لی، لیکن بد قسمتی سے گشتہ ۱۲ سال سے فرائض منصبی کے مشاغل کی ادائیگی اور ادارہ کی مصروفیات کی وجہ سے یہ کام ملتوی ہوتا رہا۔ اب جبکہ مجھے کچھ فرصت ملی اور ان کی طرف سے اصرار بھی بڑھ رہا تھا تو میں نے یہ چند سطور والد ماجد حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری حامدی علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی پر تحریر کی ہیں جو نذر قارئین ہیں۔

گر قبول افتد ز ہے عزو شرف

ان حالات کی قلمبندی میں فقیر نے زیادہ تر اپنی یادداشت پر بھروسہ کیا ہے، کچھ واقعات میں نے اپنی والدہ محترمہ مرحومہ مغفورہ برادر اصغر ریاست رسول قادری اور پھوپھی صاحبہ مرحومہ مغفورہ سے سنے تھے، کچھ خاندان کے بزرگوں اور والد صاحب کے احباب سے نقل کئے ہیں، باقی اپنا مشاہدہ اور مطالعہ ہے، بایں ہمہ تفصیل یہ حقیقت ہے کہ یہ پوری تحریر حضرت سید صابر حسین شاہ مخاری زیدہ لطفہ، کا صدقہ جاریہ ہے، اس میں جہاں جہاں فرد گذاشت ہیں یہ فقیر کی اپنی کوتاہی اور کم علمی کے باعث ہے، اس کی اصلاح کر لی جائے اور اس میں جو خوبیاں نظر آئیں وہ صاحب ذکر، جد امجد اور ان کے بزرگوں کی کرامت ہے، اور اس میں اگر قلم کی جولانیاں نظر آئیں تو یہ فیضان ہے صاحب ترغیب و تشویق حضرت سید زیدہ مجددہ کا فقیر محترم صابر حسین شاہ صاحب اپنے برادر، عزیز سید ریاست رسول

سلمہ الباری، والد ماجد علیہ الرحمۃ کے دوستوں خاص کر محترم مرزا محمد ایوب صاحب (مقیم جدہ) عمت محترمت عائشہ بیگم و اکبری بیگم، محترم سید عمیر یوسف بن سید احسن یوسف مرحوم مغفور اور خاندان کے دیگر خورد کلاں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تعاون فرمایا تشویق دلائی اور مفید معلومات بہم پہنچائیں۔ اس کے علاوہ ”ادارۃ تحقیقات احمد رضا“ کے جنرل سیکریٹری محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نائب صدر محترم شفیع محمد قادری آفس سیکریٹری عزیز اقبال احمد اختر القادری سلمہ تعالیٰ کا خاص طور سے ممنون ہوں کہ جنہوں نے اس کی کمپوزنگ سے لے کر طباعت تک کے تمام مرحلوں پر بذات خود نگرانی کی اور جن کے بار بار کے تقاضے نے اس فقیر کو یہ تذکرہ کتابچہ کی شکل میں شائع کرنے پر آمادہ کیا۔ اگر اس موقع پر محترم کمپوزر ذیشان احمد صاحب کی معاونت کا تذکرہ نہ کیا جائے تو ناسپاسی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور تمام مذکورہ بالا اور دیگر شخصیات کو جن سے احقر نے زیر نظر مضمون کی تیاری میں بالواسطہ اور بلاواسطہ مواد و مواخذ اور حالات و واقعات کے اخذ میں مدد ملی ہے، جزائے خیر عطا فرمائے (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

پیدائش و سلسلہ نسب :

مولانا سید وزارت رسول قادری ابن علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری برکاتی لکھنوی، ابن مولانا سید احمد رسول سورتی، ابن مولانا سید فضل رسول احمد آبادی ابن مولانا سید عبدالرسول احمد آبادی۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم) ۲۱ رجب المرجب ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء کو بنارس میں پیدا ہوئے۔ ماموں سید علی احمد نے آپ کا نام سید غلام جیلانی تجویز کیا جبکہ والد ماجد نے آپ کا نام وزارت رسول رکھا۔

آپ کا تہیال بنارس کا ایک مشہور سادات خاندان ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ نذیری بیگم بنت سید احمد علی کا تعلق کرمانی سادات سے تھا، یہ نجیب الطرفین سید تھے جنکا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد مغلیہ

اجانس

خاندان کے دور شباب میں ایران سے ہجرت کر کے غالباً کشمیر پھر دہلی میں آباد ہو گئے تھے، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دور ابتداء میں سید صاحب وہاں سے ہجرت کر کے مشرقی یوپی کے مشہور شہر بنارس کے محلہ پترکنڈہ میں سکون پذیر ہوئے (۱)

زندگی کے آخری ایام میں جدہ محترمہ کے والد ماجد، حجاز مقدس ہجرت کے گئے غالباً مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔

آباؤ اجداد :

مولانا وزارت رسول قادری کے آباؤ اجداد سادات بخارا سے تھے، وہ بخارا سے ہجرت کر کے پہلے احمد آباد، پھر سورت اور پھر رامپور میں آباد ہو گئے، وہیں آپ کے والد ماجد علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری برکاتی ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد سید احمد رسول سورتی علیہ الرحمۃ نے رامپور میں انتقال فرمایا (۲)

آپ کا سلسلہ نسب ۲۲ ویں پشت میں سید علی رضا ابن سید محمد مہدی ابن حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملتا ہے۔ (۳)

علامہ سید ہدایت رسول قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کی ولادت اگرچہ رامپور میں ہوئی لیکن بعد میں آپ نے لکھنوی میں مستقل سکونت اختیار کر لی (۴)۔ نواب رامپور کلب علی خان صاحب آپ کے علم و فضل، جرأت و بے باکی اور حق گوئی و حق پرستی کی وجہ سے آپ کا بڑا اعزاز و اکرام کرتے تھے، نواب صاحب نے ان کو اپنے مشیروں میں شامل کر لیا تھا اور ”خان صاحب“ کے خطاب سے نوازا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا قیام زیادہ تر رامپور ہی میں رہا۔

آپ کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک گستاخ رسول کو جہنم رسید کیا۔ وہ ویدوں کا بہت بڑا عالم اور سنسکرت کا ماہر تھا، فیض آباد کارہنے والا تھا۔ ابو الوقت علامہ مولانا سید ہدایت رسول لکھنوی علیہ الرحمۃ نے تعلیم سے فراغت

کے بعد ایک سیاح کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا اور غیر منقسم ہندوستان کے طول و عرض میں شہر شہر گھوم کر اشاعت اسلام و تبلیغ دین و مسلک کا کام کیا۔ مولانا لکھنوی نے جب رامپور میں سکونت اختیار کی تو علماء بریلوی سے اکتساب علم اور فیض روحانی کا اچھا موقع ملا۔ مولانا لکھنوی اچھے مناظر تھے اپنے دریدہ دھن آریوں سے سیکڑوں مناظرے کئے اور ان کو شکست فاش دی، اس کے علاوہ تاحیات عیسائیوں، قادیانیوں، وہابیوں اور دیگر بد مذہبوں کی سرکونی فرماتے رہے۔ اپنی شان خطابت، بے باکی و جرأت، جذبہ حریت، حق گوئی و راست گفتاری اور سرکار برطانیہ کے جابرانہ نظام سے بغاوت اور اظہار بے زاری کی بناء پر حضرت علامہ لکھنوی کو صوبہ یوپی کے مسلمانوں میں خصوصاً لکھنؤ، بریلی، رامپور، مراد آباد اور بدایوں وغیرہ کے شہروں اور اس کے اطراف میں بہت مقبولیت حاصل تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸۹۶ء میں شہر لکھنؤ میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ کثرت سے لوگ جاں بحق ہو رہے تھے۔ حکومت برطانیہ نے احتیاطی تدابیر کے طور پر ایک قانون بنایا کہ طاعون کی بیماری میں مرنے والے کی لاش کو خواہ اس کا تعلق ہندو مسلم یا کسی قوم سے ہو جلا دیا جائے گا اور اس کام کے لئے عیش باغ لکھنؤ میں ایک چوڑے کی بھٹی قائم کی گئی تھی جس میں ایک ہندو بڑھیا کے مردے کو جلا بھی دیا تھا۔ مسلمانان لکھنؤ میں حکومت برطانیہ کے اس اقدام سے سخت اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ مگر کسی کو حکومت برطانیہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی جسارت نہ ہوئی۔ لیکن مولانا لکھنوی نے نہ صرف یہ کہ حکومت برطانیہ کے اس قانون اور اس پر روبرو عمل ہونے کی سختی سے مخالفت کی بلکہ لکھنؤ کے مینا شاہ کے میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا اور حکومت برطانیہ کو لاکاراکہ اگر یہ قانون اور اس پر عمل درآمد فوری طور سے واپس نہ لیا گیا تو شہر لکھنؤ میں کل سے کوئی دکان نہیں کھلے گی۔ چنانچہ مستقل ۳ دن تک لکھنؤ میں علامہ ہدایت رسول قادری کی اپیل پر ایسی ہڑتال منائی گئی کہ اہل لکھنؤ نے اس سے قبل ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ آخر کار حکومت برطانیہ کو یہ قانون واپس لینا پڑا۔ (۵)

علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ السلام رضوان کو ویسے تو خاتم الاکابر سیدنا سید ابوالحسین نوری مارہروی نور اللہ مرقدہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا لیکن

انہوں نے عالم منقول و معقولات حضرت علامہ فہامہ مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ والرضوان اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز سے بھی کسب علوم ظاہری و باطنی کیا تھا، (۶) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے آپ کے علم و تقویٰ، دینی غیرت و جانثاری اور دلپذیر انداز خطابت و مناظرت کے پیش نظر اپنی خلافت سے نوازا اور ”سیف اللہ المسؤل“، ”شیر پیشہ اہل سنت“، ”مجاہد ملت“ اور ”سلطان الواعظین“ کے خطابات بھی عطا کئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے احباب اور خلفاء میں ان کے پائے کا مناظر اور خطیب شاید ہی کوئی رہا ہو۔ حضرت فاضل بریلوی انہیں اپنا دست راست کہا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ ”اگر مجھ جیسا لکھنے والا اور ہدایت رسول جیسا بولنے والا ہندوستان میں اور ہوتا تو بد مذہبیت کا نشان تک نہ رہتا“ (۷)

مولانا ہدایت رسول قادری کا دین اسلام اور مذاہب اربعہ کے علاوہ دیگر ادیان اور گمراہ فرقوں کا بھی گہرا مطالعہ تھا، آپ کے تبحر علمی، وسعت مطالعہ، ذوق کتب بینی اور ذہانت و فطانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا جب وصال ہوا تو آپ کے کتب خانے ”کتب خانہ قادریہ نوریہ“ رامپور میں ہر مذہب اور دین سے متعلق اسی ہزار سے زیادہ مجلد کتب موجود تھیں اور ہر کتاب پر آپ کی کچھ نہ کچھ یادداشت، حواشی، عبارات، اعتراضات ضرور لکھے ہوتے، اس کے علاوہ بغیر جلد والی کتب اور رسائل و اشتہار کا کوئی شمار اور حساب نہ تھا۔ (۸)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نگاہ میں مولانا سید ہدایت رسول قادری کی قدر و منزلت کا اندازہ اس خط اور منقبتیہ اشعار سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے مولانا فضل حسن خاں مرحوم کو مولانا کے وصال پر بھیجا تھا۔ (۹)

”بر خوردار من محب العلم والسنن مولوی محمد فضل حسن خاں سلمہ الرحمن
بعد دعائے برکات دارین، مولانا ہدایت رسول رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال نہ فقط
اس فقیر بلکہ ہندوستان میں مذہب اہل سنت کے لئے باعث صدمہ و ملال
ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت عالیہ عطا فرمائے اور اسلام و سنت کی جو

خدا متین انہوں نے کیس قبول فرمائے (آمین) تاریخ انتقال آپ بھی لکھیں
اور احباب سے لکھوائیں۔“

امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ، نے مولانا کے وصال پر جو منقبتیہ تاریخی اشعار کہے
تھے اس کا مطلع یہ ہے۔

پیشہ سنت کے شیرواہ ہدایت رسول
نصرت حق میں دلیر آہ ہدایت رسول
علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ ۲۳/رمضان المبارک شب جمعہ
۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، جس کی طرف اشارت کرتے ہوئے اعلیٰ
حضرت عظیم البرکت اپنے تاریخی اشعار میں فرماتے ہیں۔

ماہ کرامت کی رات، جمعہ کی، رحمت کی رات
تھی تری رحلت کی رات واہ ہدایت رسول
مولانا لکھنوی علیہ الرحمۃ کے انتقال پر امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور ان کے
بھتیجے مولانا حسنین رضا ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے مولانا
شفاعت رسول قادری رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک تفصیلی تعزیت نامہ بھی تحریر فرمایا
تھا جو اس زمانے میں دبدبہ سکندری رامپوری میں شائع ہوا تھا۔ (۱۰)

ضرورت اس بات کی ہے محسن ملت حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری
نوری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی اور ملی کارناموں سے نئی نسل اور اہل علم و فن کو
روشناس کرانے کے لئے کوئی محقق ایک بسیط مقالہ تحریر کرے خاص کر سر زمین ہند سے
کوئی عالم و فاضل یہ ذمہ داری ادا کرے اس لئے کہ آج بھی رامپور لکھنؤ، بریلی، بدایوں، مارہرہ
وغیرہ شہروں کی پبلک اور نجی لائبریریوں میں اس دور کے اخبارات و رسائل، پوسٹر وغیرہ اور
دیگر غیر مطبوعہ مخطوطات کے ذخائر موجود ہیں۔ یہ خبر خوش کن ہے کہ رامپور کے ایک
فاضل محقق مفتی سید شاہد علی رضوی صاحب، مولانا لکھنوی علیہ الرحمۃ کی ایک تفصیلی سوانح
لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے اور اس نیک اور اہم کام کو پایہ

تکمیل تک پہنچانے کے لئے وسائل مہیا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ (۱۱)

علامہ مولانا ہدایت رسول قادری صاحب نے پانچ نکاح کئے تھے۔ بیک وقت آپ کے نکاح میں آپ کی حیات میں چار محترم ازواج موجود تھیں، آپ کی پانچوں بیویوں کا تعلق غیر منقسم ہندوستان کے پانچ مشہور شہروں سے تھا، پہلی زوجہ محترمہ کا تعلق حیدرآباد دکن سے تھا۔ ان کی اولاد میں دو حضرات بہت مشہور عالم و خطیب و شاعر گزرے ہیں (۱۲):

۱..... مولانا امانت رسول قادری برکاتی عشقی۔ (۱۳)

۲..... مولانا شفاعت رسول قادری برکاتی۔ (۱۴)

یہ دونوں صاحبزادگان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مستفتیوں میں سے ہیں۔ (۱۵)

حیدرآباد والی اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپ نے یکے بعد دیگرے ممبئی، لکھنؤ، بنارس اور دہلی کے معزز خانوادوں میں چار نکاح کئے، یہ چاروں محترم بیویاں آپ کے وصال تک آپ کے ساتھ تھیں، ان میں صرف بنارس والی زوجہ محترمہ سیدہ نذیری بیگم کا تعلق سادات کرام سے تھا، (یعنی راقم کی جدہ محترمہ) کہا جاتا ہے کہ ان تمام ازواج سے ۱۸ سے زیادہ اولاد ہوئیں، جن میں چار صاحبزادیاں اور باقی سب صاحبزادگان تھے۔ حیدرآباد دکن کے علاوہ دیگر شہروں کے ازواج سے پیدا شدہ درج ذیل شخصیات زیادہ مشہور ہیں۔ الحمد للہ پاک و ہند میں آپ کی آل اولاد اور نبیرگان ایک کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ (۱۶)

۱---- مولانا حافظ شفقت رسول قادری رضوی حشمتی (ممبئی) (۱۷)

۲---- حکیم حفاظت رسول قادری رضوی نوری (ممبئی) (۱۸)

۳---- مولانا حافظ عنایت رسول قادری عرف محمد عمر وارثی قادری رضوی (ایڈیٹر

ماہنامہ سنی لکھنؤ) (۱۹)

۴---- مولانا حافظ شرافت رسول وارثی قادری رضوی (لکھنؤ) (۲۰)

۵---- مولانا وزارت رسول رضوی حامدی (بنارس)

واضح ہو کہ راقم کی جدہ محترمہ نذیری بیگم مرحومہ و مغفورہ سے مولانا ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کی صرف دو اولادیں تھیں، ایک والد ماجد اور دوسری ان کی بہن

حسینہ بیگم جنگلی عمر مولانا کے وصال کے وقت صرف ۶ ماہ تھی۔ جدہ محترمہ مرحومہ کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت و ارادت حاصل تھا، جبکہ والد ماجد، عمہ محترمہ اور راقم کی والدہ محترمہ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اس طرح احقر کا سارا گھرانہ مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ العیز کے سایہ عاطفت میں آگیا۔ بعد میں جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال شریف کے بعد حضرت علامہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ بنارس پہلی اور دوسری بار تشریف لائے تو والد ماجد علیہ الرحمۃ نے اپنے تنہیال کے اس وقت کے تقریباً تمام مردوزن کو جوق و درجوق حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر داخل سلسلہ کرایا۔ بقول والد ماجد اور عمہ محترمہ کے اس وقت کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا، بالغ تو بالغ خاندان کے نابالغ بچے بچیاں بھی حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے حسن سیرت اور حسن صورت پر فریفتہ تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ (بلا تشبیہ) ”یوسف کے خریداروں“ کا ایک ہجوم امنڈ کے آگیا ہے، حضرت نے بجمال شفقت سب ہی کو اپنے دامن کرم میں پناہ دی اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل کر لیا، لیکن خاندان کے دو حضرات جو والد ماجد کے سگے خالہ زاد بھائی تھے۔ مولوی نعمت اللہ صدیقی صاحب اور مولانا سید امیر حسن صاحب، ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ پہلے پیر صاحب کو آزمائیں گے پھر ہاتھ میں ہاتھ دیں گے۔ صبح جب تہجد کے وقت یہ دونوں حضرات بیدار ہوئے اور حضرت کو وضو کرانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ ”فقیر کو کوئی کیا آزمائے گا۔ فقیر کونہ تو علم کا کوئی دعویٰ ہے نہ عمل پر فخر، نہ کشف و کرامات کے اظہار کا شوق، نہ کوئی شعبہ بازی ہے اس کے پاس، البتہ سرکار اعلیٰ حضرت اور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کرم ہے کہ شریعت و سنت پر سختی سے کار بند رہنے کی ہر حال میں سعی کرتا ہے۔ فقیر کو کوئی کیا آزمائے گا۔“ اس کے بعد ان کے دلوں میں جو پوشیدہ سوالات تھے حضرت اقدس نے ان کا خود بہ خود جواب دینا شروع کر دیا، اب ان دونوں حضرات کے کاٹو تو خون نہیں۔ یہ حیران و پریشان کہ ہم نے تو کسی سے ذکر نہیں کیا حضرت کو ہمارے خیالات و سوالات کی کیسے خبر ہو گئی، چنانچہ ان حضرات میں سے سید امیر حسن صاحب نے فوراً حضرت کے پیر پکڑ لئے اور معافی مانگ کر

داخل سلسلہ ہو گئے، جناب نعمت اللہ صدیقی صاحب اس وقت تو کچھ نہ بولے، لیکن دوسرے دن چپکے سے رات کے تہائی حصے میں حضرت کے پاس آئے اور تائب ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔ اسی طرح راقم کی پھوپھی صاحبہ مزید بیان کرتی ہیں کہ اس واقعہ سے غالباً دس بارہ سال قبل (شاید ۱۹۰۴ء میں) مولانا سید ہدایت رسول قادریہ علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کو بریلی شریف سے لے کر بنارس آئے تھے، پتر کندہ پر حضرت کو پاکی میں بٹھا کر ہمارے گھر لائے تھے اور راقم کی جدہ محترمہ ان کی کچھ بہنوں اور دیگر بزرگوں کو ان سے بیعت کرایا تھا۔

راقم کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ کی زیارت کی ہے۔ حالانکہ ان کے وصال کے وقت (۱۹۴۳ء) فقیر صرف ۴ سال کا تھا، والد ماجد فرماتے ہیں حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے اس حقیر کے سر پر اپنا دست شفقت پھیر کر دعائیں دیں اور فرمایا کہ یہ ہمارا ہے۔ حضرت کی دعاؤں کا ہی کرم ہے کہ یہ عاصی ۱۹۶۳ء میں اجمیر شریف میں حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ الرضوان سے بیعت ہوا اور آج ”ادارہ تحقیقات امام احمد رضا“ کے خادم کی حیثیت سے دین و مسلک کی خدمت کا فریضہ انجام دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس خدمت کی انجام دہی میں برادر اصغر عزیز ریاست رسول قادری سلمہ، بھی ادارہ کے ایک رکن کی حیثیت سے معاونت کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے برادر اصغر عزیز صباحت رسول قادری سلمہ الباری بھی ادارہ کی مالی معاونت کرتے رہتے ہیں۔

”ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء“

والد ماجد کی تنہیال میں جن حضرت کو حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کا تقرب خاص حاصل تھا ان کے اسماء و گرامی یہ ہیں :

۱..... مولانا ڈاکٹر سید امیر حسن (خالہ زاد بہنوئی) مقیم بارہ بنگی (۲۱)

۲..... ڈاکٹر خوشید علی خاں (خالہ زاد بہنوئی) مقیم بنارس (۲۲)

۳..... ڈاکٹر عبدالشکور خاں (خالہ زاد بہنوئی) مقیم بنارس (۲۳)

۴..... منشی نعمت اللہ صدیقی (خالہ زاد بھائی) مقیم بنارس (۲۴)

۵..... حکیم سید احسن یوسف (خالہ زاد بہنوئی) مقیم گیا (بہار) (۲۵)

۶..... منشی خواجہ امجد علی (خالہ زاد بھائی) مقیم بنارس (۲۶)

جہاں تک فقیر کو یاد پڑتا ہے ان حضرات میں صرف مولانا ڈاکٹر سید امیر حسن

مرحوم مغفور اور ڈاکٹر خورشید علی خان صاحب مرحوم مغفور کو حجۃ الاسلام سے خلافت و اجازت

حاصل تھی۔ باقی حضرات صرف مرید تھے۔ دونوں حضرات کا تقویٰ خاندان میں ضرب

المثل تھا۔ (۲۷)

تعلیم و تربیت :

مولانا وزارت رسول قادری نے اپنے والد ماجد اور پیر حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے

جس علمی اور دینی ماحول میں آنکھ کھولی اس میں ”علموا اولادکم محبتہ رسول ﷺ“ کا درس بچپن

سے ہی دیا جاتا تھا، لہذا سید عالم ﷺ سے محبت اور ان کے دشمنوں اور گستاخوں سے نفرت ان

کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، دوسری طرف عاشق رسول، حسان الہند، محسن اہل سنت، اعلیٰ

حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے وارفتگی کی حد

تک ان کی عقیدت و محبت ان کی رگ و پے میں رچی بسی تھی، اپنے والد ماجد کے وصال کے

وقت مولانا وزارت رسول قادری صاحب کی عمر صرف ۸ برس کی تھی۔ آپ کو یہ شرف

بھی حاصل رہا ہے کہ آپ نے نہ صرف امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت کی

سعادت حاصل کی بلکہ ان کی قدم بوسی کے اعزاز سے بھی مشرف ہوئے۔ امام صاحب کے

وصال کے وقت آپ کی عمر ۱۴ سال کی تھی، آپ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے بڑے

صاحبزادے حضرت علامہ ابراہیم رضا خان صاحب جیلانی میاں اور ان کے داماد حضرت

علامہ تقدس علی خان صاحب رحمہما اللہ کے ہم عمر اور قریبی ساتھی تھے، آپ کو ان دونوں

حضرات کا خاص تقرب حاصل تھا۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا

حماد رضا خان صاحب عرف نعمانی میاں علیہ الرحمۃ خاکسار کے خاندان سے بہت زیادہ مانوس

تھے۔ وہ اکثر سفر میں حجۃ الاسلام کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور ہمارے خاندان کے اس وقت کے نوجوان حضرات مثلاً ڈاکٹر محمد فاروق علی خان، ابن ڈاکٹر خورشید علی خان رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ واحد علی مرحوم، سید اختر یوسف مرحوم، ابن سید احسن یوسف مرحوم مغفور وغیرہ ہم سے دوستی تھی۔ والد ماجد نے ناظرہ، اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم رامپور کے علمی ماحول میں گھر پر حاصل کی، مولانا ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اپنے تنہیال بنارس واپس آگئے اور غالباً بنارس کے مشہور مدرسہ دارالعلوم حمیدیہ رضویہ میں کچھ دنوں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد جامعہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس میں تعلیم حاصل کی۔ صاحب ”تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ“ حضرت مولانا مجتبیٰ رضوی بناری شہید علیہ الرحمۃ فقیر کے نام ایک مکتوب میں مولانا وزارت رسول قادری صاحب کی تعلیم و تربیت ان کی دینی اور ملی خدمات کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

حضرت وزارت رسول قادری کی تعلیم و تربیت بنارس میں جامعہ مظہر العلوم کچی باغ میں اہم اساتذہ کی خدمت میں ہوئی اس وقت صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی اور ان کے بعد حضرت علامہ برکات احمد ٹونکوی کی مسند علم کی دھوم مچی ہوئی تھی چنانچہ آپ نے ان اکابرین ملت سے اکتساب علم کے بعد مدرسہ حنفیہ جو پنپور اور علماء فرنگی محل لکھنؤ کے اساتذہ سے تکمیل فرمائی۔

علوم قدیم کے ساتھ انگریزی تعلیم کی بھی اچھی صلاحیت پیدا کی اور ریاضی میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔۔۔ چنانچہ اس میدان میں آپ نے اپنے بہت سے تلامذہ اور احباب کا اچھا خاصہ دائرہ بنایا تھا۔

بنارس میں آپ کا خاندان اپنے دور میں علمی، مذہبی اور جماعتی اعتبار سے کافی شہرت رکھتا تھا اور بنارس کے تمام علمی و تاریخی گھرانے آپ سے منسلک تھے جسکی وجہ سے قدرت نے مقبولیت عطا کی تھی محلہ تیرکنڈہ بنارس (تالاب) کے ہر چہار جانب آپ ہی کا

خاندان تھا اور اس تالاب کے ایک جانب قطب بنارس حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب فریدی، پانی پتی ثم بناری کا بھی کاشانہ تھا۔ علماء و اہل علم و فن سے پتر کندہ بقعہ نور بنا ہوا تھا شریعت و طریقت کی بہار سے ایک عالم سیرانی حاصل کر رہا تھا چنانچہ آپ نے بھی اس روحانی برکات سے خوب فیض اٹھایا۔

آپ کے دور میں بنارس علمی و روحانی حیثیت سے اپنی مثال آپ تھا۔ اہل سنت و جماعت کے جلیل القدر مبلغین برابر بنارس آتے رہے۔ حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا محدث بریلوی، شیر پیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی، ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین محدث بہاری، حضرت علامہ مولانا عبدالحفیظ حقانی مفتی آگرہ، محدث اعظم ہند کچھوچھوی، صدر الافاضل شاہ سید نعیم الدین مراد آبادی، حضرت سید پیر جماعت علی شاہ علی پوری علیہم الرحمۃ والرضوان کے ساتھ ساتھ حضرت الشاہ مولانا ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کے فکر و فن کا گرویدہ پورا شہر بنارس تھا۔ اہل سنت و جماعت کا عروج قابل رشک اور لائق صد آفریں تھا۔ اس دور کے مندرجہ ذیل فتنے بنارس ہی سے ملک میں پھیلے۔ شدھی تحریک کا بانی ڈاکٹر مدن موہن مالوی تھا اس تحریک نے مسلمانوں کے امن و سکون کو غارت کیا اور مسلمانوں کو غیر مسلم بنانے میں پوری قوت سے میدان میں اترا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلوی شریف کی شاخیں ملک بھر میں کام کر رہی تھی بنارس میں آپ کے ساتھ مدرسہ حمیدیہ رضویہ مدرسہ فاروقیہ، مدرسہ مطلع العلوم، مدرسہ مظہر العلوم اور سرداران قوم میدان عمل میں اترے اور اس زہریلی تحریک کا مقابلہ پوری قوت ایمانی سے کیا اور لاکھوں مسلمانوں کے ایمان و عمل کا تحفظ فرمایا۔

دوسرا فتنہ خلیل داس کا سامنے آیا۔ خلیل داس نے بنارس میں آریہ سماجیوں کے ہتھیار ایجنٹ بن کر نہایت چالاکی سے مسلمانوں میں آریہ سماجی ذہن و فکر کو فروغ دینے کی کوشش کی چنانچہ اس کی ہتھیار سازش کا پردہ چاک ہوا مخدوم بنارس مولانا عبدالرشید فریدی کی گرفت اور آپ کی مساعی جمیلہ سے ایک بہت بڑی جماعت کے ایمان کا تحفظ فرمایا۔ اس تحریک کی ناکامی کے بعد خلیل داس سیوانی نے مسلمانوں کے سیاسی عروج پہ حملے کی ٹھانی اور

مسلم لیگ کے مقابلے میں ”اولڈ مسلم لیگ“ کی بنیاد ڈالی اور کانگریس سے ٹکٹ لیکر حسین احمد ٹانڈوی کے اشارے پر میدان سیاست میں کود پڑے اس میں بھی ناکامی ہوئی اور مسلمانان اہل سنت سیاسی میدان میں بھی کامیاب رہے تیسرا محاذ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ توہین روار کھنے کا کھولا اور متعدد رسائل لکھے مفتی اگرہ حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب علیہ الرحمۃ (والد ماجد حضرت مولانا محمد حسن حقانی) نے اس کی ساری گمراہیوں کا قلع قمع کیا (رافضیت کے گود میں کھیلنے کو بھی یہاں کے مسلمانوں نے دیکھا)۔ حضرت شاہ وزارت رسول قادری کی مساعی جمیلہ کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور آپ نے جماعت اہل سنت پہ جو احسان فرمایا ہے اسے ہمیشہ یاد کیا جائیگا۔

سنی کانفرنس بنارس میں آپ کی اہم خدمات ہیں۔ اکابرین اہل سنت و جماعت کے ساتھ آپ نے مردانہ وار، مسلمانوں میں تحریکی بیداری پیدا کی، اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں شب و روز انتھک کوشش کی بفضلہ تعالیٰ جمہوریہ اسلامی کی کامیاب تحریک بار آور ثابت ہوئی اور جماعتی اعتبار سے اہل سنت و جماعت کا بول بالا ہوا۔ مندرجہ ذیل مساجد و مدارس اس وقت کے اہم اسلامی مراکز تھے۔ مسجد خدائش جائسی نئی سڑک بنارس، مسجد و عید گاہ حکیم سلامت علی پتر کندہ بنارس، مسجد علوی مدینورہ، مسجد ہٹیہ مدینورہ، مسجد گیانپانی بنارس، مسجد فرقانیہ رسول پورہ، مسجد خواجہ بابا، مسجد پکی کچی باغ، مسجد ٹونک گیٹ بازار، ان کے علاوہ جامعہ مظہر العلوم، جامعہ حمیدیہ رضویہ، جامعہ فاروقیہ بھی ان تمام تحریکات میں پیش پیش رہے۔

والد بزرگوار :

آپ کے والد بزرگوار (حضرت علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ والرضوان) زبردست مناظر اور شیریں بیان خطیب تھے۔ آپ کی خطابت کالوہا اہل بنارس نے مانا تھا۔ آپ کی خطابت سے بنارس کی محافل پر نور تھی ہر اسلامی تقریبات کے موقعوں پر

بڑے اہتمام سے طلب کئے جاتے ہیں کیونکہ ہے کہ جب آپ کا وصال (۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء) ہوا تو بنارس سے تعزیت نامہ دبدبہ سکندری رامپور (مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۱۵ء ص ۴) میں شائع ہوا۔ اس کے مضمون سے اس بات کی بخوبی علم ہوتا ہے کہ بنارس میں آپ کس درجہ مقبول تھے تعزیتی مضمون حسب ذیل ہیں :

مولانا ہدایت رسول صاحب کے وصال پر تعزیت نامہ :

جناب مولوی محمد عمر صاحب وکیل و لیڈر مسلمانان بنارس،

(بنام صاحبزادہ وزارت رسول قادری)

بر خوردار من سلامت بعافیت باشید

تمہارا تار دیکھ کر خدا جانتا ہے کہ مجھے اور تمام مسلمانان بنارس کو جو صدمہ ہوا ہے وہ خارج از بیان ہے، اور مولانا مرحوم کیلئے یہاں دھوم دھام سے دعائیہ جلسہ کر کے ان کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا گیا سرکار عالی تبار (نواب صاحب رامپور) نے آپ کے والد ماجد کا وظیفہ خود جاری رکھا ہوگا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کو والد مرحوم کے قدم بقدم چلائے

(مولوی) محمد عمر وکیل بنارس

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے بھی منظوم تعزیت نامہ لکھا جو دبدبہ سکندری رامپوری ۱۶ اگست ۱۹۱۵ء میں ص ۳ پر شائع ہوا۔

والدہ ماجدہ :

آپ کی والدہ ماجدہ نیک سیرت اور پارسا تھیں۔ آخری عمر میں آپ بیمار پڑیں احباب نے مشورہ دیا کہ منڈوا ڈیہہ، درگاہ حضرت قطب بنارس شاہ طیب بنارس رحمۃ اللہ

علیہ (تلمیذ و خلیفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ) کے جوار میں چند ایام رکھا جائے
 حضرت کے روحانی فیضان سے صدیوں سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے چنانچہ ایک مکان
 تجویز کیا گیا اور حضرت کی خانقاہ میں آپ کی والدہ کا قیام ہوا اس درمیان میں ڈاکٹر فاروق
 صاحب بناری (ابن ڈاکٹر خورشید علی خان علیہ الرحمۃ خلیفہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ) روزانہ
 انجکشن لگانے منڈواڈیہہ جایا کرتے تھے یہ انجکشن بڑا قیمتی تھا اور اٹلی سے آتا تھا جسکو بلا ناغہ
 معینہ کورس کے مطابق آپکے علاج کیلئے ڈاکٹروں نے تجویز کیا تھا چنانچہ دعا اور دوا دونوں برابر
 ہوتے رہے۔ اس درمیان ایک روز تہائی رات میں ایک خدار سیدہ بزرگ جو نہایت سفید
 لباس میں ملبوس تھے ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ان سے بات چیت بھی ہوئی ان سے
 صحت کے متعلق دعا کی درخواست کی گئی تو اس بزرگ نے بتایا کہ اس کی حیات دیرینہ نہیں
 ہے یہ چند روز کی مہمان ہیں چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کو گھر لے آیا گیا اور چند روز کے بعد ہی
 وصال ہو گیا۔ آپ کی قبر عید گاہ سلامت علی پتر کندہ کے متصل قبرستان میں ہے۔ نذیری بیگم
 طہارت و پاکیزگی اور صفائی و ستھرائی میں اپنی مثال آپ تھیں چوڑی دارپاجامہ، قمیص
 اور دوپٹہ ان کا لباس تھا پردہ کا بہت لحاظ رکھتیں حتیٰ کہ دوپٹہ اگر زمین پر گر جاتا تو بغیر دھونے
 اس کو استعمال نہیں کرتیں۔

سید وزارت رسول قادری ایسٹ انڈیا ریلوے میں ٹکٹ انچارج تھے۔ اپنی خداداد
 صلاحیت سے اس شعبہ میں کافی مقبولیت حاصل کی اور اسکی اکثر انتظامی خرابیوں میں آپ کی
 رائے کو اولیت حاصل تھی۔ ایک بار حساب و کتاب کے سلسلے میں پوری انتظامیہ پریشان تھی
 اور یہ گتھی کسی طرح سلجھ نہیں رہی تھی چنانچہ آپ کو طلب کیا گیا اور اس عقدہ لا سخل کو فوری
 طور پر حل فرمادیا۔

اس دور میں قومی درد اور دینی ذمہ داری سے پورا طبقہ سرشار تھا چنانچہ یہ
 خصوصیت آپ کے اندر بدرجہ اتم تھی آپ کے ساتھ دفتر میں کام کرنے والے آپ کی
 راست بازی کے مداح تھے آپ نے اپنے درد میں بہت سے افراد کو ایمان کی دولت سے

والد ماجد کی روایت کے مطابق یہ غیر مسلم کالی حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست میں مسلمان ہوئے

سرفراز فرمایا چنانچہ ایک نام یاد آتا ہے کہ عبدالہادی خاں نو مسلم پہلے یہ ایک غیر مسلم بنگالی تھے۔ نگر مہاپالیکا اسکول پان دریبہ بنارس میں رہتے تھے آپ کے پاس ان کا آنا جانا اکثر رہا کرتا تھا آپ کی دعوت پر انہیں ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور آپ نے اس کا نام عبدالہادی خاں منتخب فرمایا۔

حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا محدث بریلوی نے آپ کی روحانی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا تھا اور تصوف اسلامی کا ایسا رنگ آپ پر چڑھا کہ مرید ہونے اور خلافت سے بھی نوازے گئے شیخ طریقت سے آپ کی عقیدت بڑی گہری تھی بنارس آمد پر اکثر آپ کے در دولت پر مہمان ہوئے۔ ایک بار حضرت بنارس تشریف لائے تو اسٹیشن پہ انسانوں کی ایک بھیر جمع ہو گئی اپنے روحانی قائد کے استقبال کے لئے بنارس کا بچہ چھاؤنی اسٹیشن پر ٹوٹ پڑا راجہ بنارس کی بگھی آئی اور شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ اسٹیشن سے پتر کندہ تک نہایت عمدہ قالین پر آپکی بگھی رواں ہوئی اسی موقع پر گوتم داس اور نروتم داس (المونیم فیکٹری والے) آپ کی زیارت کو نکلے وہ حجۃ الاسلام کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے اور اپنی زبان میں کہا کہ :

یہ تو کوئی دیوتا معلوم ہوتے ہیں

چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے اسلامی مردم شماری میں زبردست اضافے ہوئے اور مشرکین بنارس نے حضرت کے دست حق پرست پہ ایمان کی دولت حاصل کی نو مسلم عبدالہادی کے اسلام قبول کرنے کے بعد اسکی بیوی اور بچے نے بھی ایمان کی دولت حاصل کی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور خانوادہ اعلیٰ حضرت سے آپکو (مولانا وزارت رسول قادری کو) قلبی لگاؤ تھا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ مشرقی پاکستان چلے گئے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جب حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ پہلی بار بنارس تشریف لائے (۱۹۲۴ء کے لگ بھگ) تو والد ماجد کے مزید تعلیم کے لئے بریلی تشریف اپنے ساتھ لے گئے۔ اس موقع پر بنارس کے ایک جلسہ میں آپ نے والد صاحب کو کھڑا کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ اس عظیم شخص کے صاحبزادے ہیں جس نے ایک گستاخ رسول کو جہنم رسید کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے چند سال دارالعلوم منظر اسلام میں تعلیم حاصل کی جہاں

شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے ہم سبق رہے۔ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ کی یہ محبت اور دوستی آخر وقت تک قائم رہی، اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جو شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے آپ کو تحریر فرمائے (خطوط کے عکس کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہوں)۔ لیکن والدہ ماجدہ کی تنہائی اور ان کی گزر اوقات کا مستقل ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی تعلیم ترک کرنی پڑی اور منتہی درجہ تک پہنچے بغیر ہی آپ کو اپنی والدہ کی خدمت کے لئے بنارس واپس آنا پڑا، نواب رامپور کچھ دنوں تک جدہ محترمہ کے نام و وظیفہ کی رقم بھیجتے رہے لیکن سنتے ہیں کہ بعد میں جو وہ یہ رقم بند ہو گئی۔

بنارس واپس آ کر آپ نے مقامی مسلم ہائی اسکول میں داخلہ لے لیا اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی، لیکن پھر معاشی حالات کی وجہ سے آپ میٹرک کے امتحان میں شرکت نہ کر سکے اور ملازمت کی تلاش میں نکل پڑے۔

ملازمت :

۱۹۲۹ء میں جب غلام محمد صاحب (جو بعد میں پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل بنے) ایسٹ انڈیا ریلوے کے جنرل میجر تھے تو انہوں نے زیادہ سے زیادہ مسلم نوجوانوں کو ریلوے کی ملازمت حاصل کرنے کی ترغیب دی اور موقع بھی فراہم کیا، والد محترم نے بھی ٹکٹ ٹرین اکزامنر (T.T.E) کے لئے درخواست دی۔ امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد ریلوے میں ملازم ہو گئے۔ آپ کا ہیڈ کوارٹر مغل سرائے تھا، جو بنارس سے بالکل قریب تھا۔ اس کے بعد آپ کی تعیناتی مشرقی یوپی، بہار اور بنگال کے مختلف ریلوے اسٹیشنوں پر رہی۔

ازدواجی زندگی اور اولاد :

۲۵ شوال ۱۳۴۸ھ / ۲۷ مارچ ۱۹۳۰ء کو آپ رشتہ ازدواج میں منسلک

ہوئے۔ آپ کا نکاح بنارس کے محلہ شوالہ کے ٹوپوں کے ایک تاجر جناب یسین خان صاحب مرحوم مغفور کی بڑی صاحب زادی فصیح النساء سے ہوا۔ ان سے آپ کی تین اولادیں، دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئے۔ لیکن چھوٹے صاحبزادے اور صاحبزادی بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ بڑے صاحبزادے محمد شجاعت رسول قادری صاحب ماشاء اللہ حیات ہیں اور آج کل کویت میں مقیم ہیں۔ شہریت کے اعتبار سے ہندوستانی ہیں۔

مولانا کی ان اہلیہ محترمہ کا انتقال ۱۹۳۷ء میں ہوا۔ آپ نے دوسرا نکاح اہلیہ مرحومہ کی چھوٹی بہن نظیر النساء سے ۱۲ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ / ستمبر ۱۹۳۸ء میں کیا جن سے ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ / ۱۶ جولائی ۱۹۳۹ء کو فقیر محمد وجاہت رسول قادری تولد ہوا، فقیر کی والدہ ماجدہ سے راقم کے علاوہ چار صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئے، صاحبزادی اور ایک صاحبزادے کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا۔ احقر کے علاوہ باقی صاحبزادگان کے نام بالترتیب عمر یہ ہیں :

- ۱- سید محمد نزہت رسول قادری ولادت ۲۰ اپریل ۱۹۴۲ء
 - ۲- سید محمد صباحت رسول قادری ولادت ۹ مارچ ۱۹۴۹ء
 - ۳- سید محمد ریاست رسول قادری ولادت ۱۲ اپریل ۱۹۵۳ء
- سلمہم اللہ تعالیٰ و حفظہم من کل بلاء الدنیا والاخرۃ (آمین)

بیعت و خلافت :

برادر اصغر سید ریاست رسول قادری رضوی نوری سلمہ الباری کی روایت ہے کہ جب والد ماجد اپنی بیماری کے آخری ایام میں آپریشن کے لئے جناح ہسپتال منتقل ہوئے تو آپریشن سے ایک رات قبل ان سے کافی دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ دوران گفتگو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا ذکر خیر آگیا، پھر کیا بات تھی۔

ذکر اسی پروی وش کا اور پھر بیاں اپنا

بہت ہی کیف و محبت کے ساتھ مرشد کے حالات اور ان کے ساتھ اپنے سفر و حضر کے واقعات سنانے لگے اور فرمایا کہ ”بڑے مولانا صاحب (حجۃ الاسلام کو بڑے مولانا صاحب اور مفتی اعظم رحمہما اللہ تعالیٰ کو چھوٹے مولانا صاحب کہا جاتا تھا) سے میں نچلن ہی میں بیعت ہو گیا تھا۔ میری عمر اس وقت مشکل سے ۷/۸ سال کی تھی اور یہ وہ دن تھا جس دن والد ماجد (مولانا ہدایت رسول قادری) علیہ الرحمۃ اپنی تمام اولاد کے ساتھ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت ہم سب اٹھارہ بھائی موجود تھے، ہم سب نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست بوسی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تھا، والد ماجد علیہ الرحمۃ نے مجھے اعلیٰ حضرت کی گود میں دے دیا اور فرمایا اسے بیعت فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے پیار کیا سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا یہ حامد میاں کا مرید ہے۔ پھر حامد میاں سے مجھے بیعت کر لیا اور خود اعلیٰ حضرت نے ہرن کی کھال پر کندہ ایک تعویذ عطا کیا جو بہت دنوں تک میرے پاس تھا، پھر کسی پریشانی کے سلسلے میں میرے بسنوئی (خواجہ اکبر علی جو راقم کی پھوپھی حسینہ بیگم کے شوہر تھے) لے گئے اور واپس نہیں کیا یا ان سے گم ہو گیا۔“

حجۃ الاسلام خود بنفس نفیس اپنی نگرانی میں والد صاحب کو بنارس سے تعلیم کے لئے بریلی شریف لائے تھے اور اپنی ذاتی سرپرستی میں ان کے قیام و طعام، تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ شفقت و محبت تو رنگ لانی تھی، منظر اسلام کی تعلیم و تربیت اور درس و تدریس نے ذہن کو جلا بخشی اور نگاہ مرشد نے قلب و روح کی اصلاح کی، بریلی شریف میں پیر و مرشد کے ساتھ چند سال کی صحبت نے والد ماجد کے قلب مس خام کو کندن ایمان بنا دیا، حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ خوبصورت بھی تھے اور خوب سیرت بھی، ان کے جمال کی جو ایک بار جھلک دیکھ لیتا وہ زندگی بھر اللہ اللہ کہتا رہتا، بہتر نے کافر (ہندو، عیسائی) ان کے روئے انور کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ بہت سے بد عقیدہ ان کے خوبصورت چہرہ اور خوش خلقی کو دیکھ کر خوش عقیدہ بن گئے، بھٹے ہوؤں کو صراط مستقیم کی روشنی مل گئی، تو

جو آپ کا پہلے ہی سے عاشق تھا اس کے ذہن اور قلب میں ۳، ۴ سال کی صحبت یار نے کیا انقلاب برپا نہ کیا ہو گا۔

آمزش نقدست کسی راکہ در آنجا

یاری ست چو حوری و سرائی چو بہشتی

بنارس واپسی کے بعد جب آپ نے ریلوے کی ملازمت اختیار کی تو حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ سے ملاقات کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا وہ بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے عرس میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے۔ اجمیر شریف، کلیر شریف، دہلی اور ہندوستان کے دیگر مزارات خاص کو یوپی، بہار اور بنگال کے مزارات کی زیارات کو تشریف لے جاتے، پیر و مرشد حجۃ الاسلام کے ساتھ مراسلت کا سلسلہ جاری رہتا، اکثر حجۃ الاسلام بنگال، بہار مشرقی یوپی، اجمیر شریف اور راجپوتانہ وغیرہ کے تبلیغی دورے پر تشریف لے جاتے تو والد صاحب ان کے پروگرام کے مطابق اپنی ریلوے لائن پر اپنی ڈیوٹی متعین کر لیتے۔ جہاں تک ممکن ہوتا، ان کے ساتھ سفر میں شریک ہوتے اور ان کے خادم کی حیثیت سے ان کے آرام کا خیال کرتے۔ دور ان ملازمت آپ کی جن شہروں میں تعیناتی رہی وہاں کے علماء سے ان کے رابطے رہتے اور ان کی مجلسوں میں شرکت فرماتے۔ ان مقامات پر علماء اہل سنت خصوصاً حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی محفلوں اور جلسوں کا اہتمام بھی کرواتے۔ حضرت علامہ مولانا نقدر علی خان صاحب علیہ الرحمۃ، شیخ الحدیث جامعہ ارشدیہ پیر جو گوٹھ جو اس زمانہ میں منظر اسلام بریلی کے نائب مہتمم بھی تھے وہ بھی اکثر حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے ساتھ سفر میں ہوتے ان کے علاوہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ اصغر مولانا حماد رضا خان نعمانی میاں علیہ الرحمۃ بھی سفر میں ساتھ ہوتے ان حضرات سے والد محترم کی دوران سفر اکثر ملاقاتیں رہتیں، راقم نے مولانا نقدر علی خان سے اور والد ماجد، دونوں بزرگوں سے یہ واقعات سنے ہیں کہ دوران سفر ٹرین، فرسٹ کلاس میں انگریز فوجی اور سول افسران بھی ہوتے جو حجۃ الاسلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر ششدر رہ جاتے اور احتراماً اپنی ٹوپی اتار دیتے اور ان کے لئے فوراً جگہ چھوڑ دیتے۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے پیٹھ پر کاربنکل کا جو پھوڑا نکل آیا تھا، اس کا آپریشن کلکتہ میں ہوا تھا۔ اس آپریشن کے موقع پر والد ماجد بھی حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے ساتھ کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔ مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے بغیر کلو فارم کے آپریشن کرایا، اس زمانے میں استھینز یا ایجاد نہیں ہوا تھا، کلو فارم سنگھا کر یہوش کر دیا جاتا تھا پھر آپریشن کیا جاتا تھا، آپ کا یہ آپریشن کئی گھنٹے، غالباً چار، پانچ گھنٹے جاری رہا اور اس دوران حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نگاہیں نیچی کئے ہوئے گردن جھکائے درود شریف کا ورد کرتے رہے، غیر مسلم ڈاکٹر جب آپریشن سے فارغ ہوئے تو آپ سے پوچھا حضرت کیسی طبیعت ہے؟ آپ نے فرمایا کیا آپ آپریشن سے فارغ ہو گئے؟ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا اس لئے کہ میں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے حضور درود و سلام میں مشغول رہا، سکھ اور انگریز ڈاکٹر حیران تھے کہ یہ شخص بغیر بے ہوش کئے ہوئے اتنے طویل گھنٹے آپریشن کرتا رہا یہ زندہ کیسے رہا اس دوران اس مریض نے اف تک نہ کی، چلانا چیخنا تو دور کی بات ہے، اور پھر بھی آپریشن کے بعد چہرہ پر وہی رونق، وہی نور و حسن اور ویسے ہی ہشاش بشاش جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یقیناً یہ روحانی طاقت کا کمال ہے، اگر روحانیت کسی چیز کا نام ہے تو وہ آج دیکھ لی۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ بھی والد ماجد اور ہمارے اہل خاندان سے بڑی محبت فرماتے۔ نہایت ہی اعزاز و اکرام و شفقت بزرگانہ سے پیش آتے، اس محبت اور شفقت نے والد ماجد اور میری عمہ محترمہ کو آپ سے اس قدر بے تکلف کر دیا تھا کہ یہ لوگ گھر اور خاندان کے ہر مسئلہ پر حضرت سے گفتگو اور مراسلت کرتے اور مشورہ لیتے حتیٰ کہ چھوٹے سے چھوٹے معاملات میں بھی آپ سے رجوع کرتے اور ہر مشکل حالات، دنیاوی پریشانیوں، دکھ اور بیماری میں حل مشکلات کے لئے پیر و مرشد کی طرف رجوع لاتے، دعاء و اذکار اور وظائف کے طالب ہوتے اس کا اندازہ ان خطوط کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے جو حضرت والا نے والد ماجد اور پھوپھی صاحبہ کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمائے (جن کی نقول اس مضمون کے آخر میں منسلک ہیں)

راقم کے خیال میں مرشد سے اسی انتہائی محبت اور لگاؤ کے زمانے میں حضرت حجۃ

الاسلام علیہ الرحمۃ نے والد بزرگوار کو اپنی خلافت و اجازت سے نوازا ہوگا۔ احقر سے خود والد ماجد اور عمہ محترمہ نے بھی اس بات کا خصوصی ذکر کیا کہ حضرت نے والد ماجد کو اپنی خلافت و اجازت سے نوازا تھا اور ان کے علاوہ خاندان کے دو اور افراد (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مذکور ہوا) مولانا ڈاکٹر سید امیر حسن قادری مرحوم اور ڈاکٹر خورشید علی مرحوم کو بھی خلافت و اجازت مرحمت فرمائی، لیکن والد ماجد نے حضرت سے اس سلسلہ میں کوئی تحریر نہیں لی۔ اس لئے کہ وہ حضرت حجۃ الاسلام، ان کے خانوادے اور صاحبزادگان کے رہتے ہوئے خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حجۃ الاسلام کے وصال کے بعد بھی کسی کو مرید نہیں کیا بلکہ طالب کو وہ حضور مفتی اعظم ہند، حضرت جیلانی میاں صاحب یا حجۃ الاسلام کے کسی بزرگ خلیفہ کے طرف رجوع ہونے کا مشورہ دیتے۔ کراچی جب آپ تشریف لائے تو عام طور پر لوگوں کو حضرت مولانا مصلح الدین صدیقی قادری علیہ الرحمۃ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے۔ پیرو مرشد سے ان کے عشق اور والہانہ لگاؤ کا اندازہ کچھ ان کے اس قول سے ہو سکتا ہے کہ ”بڑے مولانا صاحب کے وصال کے بعد مجھے کوئی صورت نہیں بھاتی ہے، میں نے ہندوستان و پاکستان کی بڑی بڑی خانقاہوں اور مزارات پر حاضری دی ہے، وقت کے ولیوں اور پیران طریقت سے ملاقات کی ہے لیکن جو حسن صورت و سیرت اپنے پیر کا دیکھا، کہیں نظر نہیں آیا۔“

کوئی تجھ سا ہو تو سامنے آئے

پیر کے ساتھ اس غلبہ محبت اور کمال عشق کا یہ اعجاز تھا کہ پیرو مرشد کے وصال کے بعد اکثر ان کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوتے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”جب بھی میں کسی پریشانی اور تفکر میں مبتلا ہوں تو اپنے پیرو مرشد کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوتا ہوں اور وہ میری دستگیری فرماتے ہیں۔“

بلاشبہ شیخ سے ان کو بے پناہ محبت تھی اور فنا فی الشیخ کے مقام پر پہنچ چکے تھے، اس غلبہ محبت نے خود ان کو بھی مستعجاب الدعوات بنا دیا تھا۔

والد ماجد کے مستعجاب الدعوات اور متوکل علی اللہ ہونے کے بہت سے

واقعات ہیں لیکن طوالت کے خوف سے صرف تین واقعات رقم کئے جاتے ہیں :

(۱) جن دنوں راقم کی شادی ہونے والی تھی (۷ اگست ۱۹۷۱ء) یحییٰ خان کا دور حکومت تھا، قزلباش وزیر خزانہ تھے حکومت نے یہ قانون بنا دیا تھا کہ سونا اور اس کو مصنوعات پر ٹیکس لگے گا اور ٹیکس کی وصولی کے لئے حکومت نے تمام دوکانوں کو اچانک سرسمبر کر دیا تھا کہ ہر دوکان کا پہلے آڈٹ ہو گا، پھر ان کے پاس جو سونا اور زیورات ہیں اس پر ٹیکس اسی اندازے سے عائد کیا جائے گا۔ ظاہر ہے اس عمل میں مہینہ دو مہینہ لگ سکتا تھا، ادھر شادی کی تاریخ قریب آرہی تھی، سارا زیور گھر کا اور جو بنانے کو دیا گیا تھا وہ بھی سنا کی دوکان پر تھا جو اب سرسمبر ہو چکی تھی، سخت پریشانی کا عالم تھا، مگر والد صاحب بالکل مطمئن تھے۔ حکومت کے اس اقدام کے دوسرے دن رات میں خاکسار سے اور گھر کے دیگر افراد سے بھی فرمایا کہ ”فکر کیوں کرتے ہو انشاء اللہ پر سوں و جاہت کی دلہن کے زیورات مل جائیں گے۔ تم لوگ آرام سے سو جاؤ۔“ ہم نے خیال کیا کہ حضرت ہماری تسلی کے لئے دعائیہ جملہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ دوسرے دن اخبارات میں بھی کوئی ایسی خبر نہیں آئی البتہ ۸ بجے رات کے ریڈیو کی نشریات میں یہ غیر متوقع خبر آئی کہ حکومت نے اپنا سابقہ حکم واپس لے لیا ہے کل صبح تمام سناروں کی دوکانوں کے تالے کھول دیئے جائیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن دوپہر تک تمام زیورات ہم کو مل گئے۔

(۲) دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار بلازمت کے دوران (۱۹۷۱ء میں) ایک اعلیٰ افسر راقم سے سخت ناراض ہو گیا، اور ایسا خدشہ پیدا ہوا کہ احقر کو اس سے نقصان پہنچے یا اس کا کوئی قدم راقم کی رسوائی کا باعث بنے، والد ماجد سے ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی، دوسرے دن صبح فرمایا بیٹے فکر نہ کرو انشاء اللہ وہ تمہیں بلا کر اپنی گفتگو اور عمل کی معافی مانگے گا، چنانچہ دو دن کے بعد ایسا ہی ہوا۔

(۳) تیسرا معاملہ بھی عجیب و غریب ہے، جب تک والد ماجد حیات رہے ان کا معمول یہ تھا کہ رات میں وظائف اور درود و سلام سے فارغ ہو کر حصار کرتے اور پھر استراحت کے لئے بستر پر تشریف لے جانے سے پہلے گھر کے صدر دروازے کو بھیر دیتے لیکن اندر سے

کنڈی یا تالہ نہیں لگاتے فرماتے کہ :

”جب گھر اور اسباب کو اللہ کے سپرد کر دیا تو پھر چور کا کیا کھٹکا“

چنانچہ ان کی یہ کرامت تھی کہ فقیر کے گھر سے الحمد للہ آج تک کبھی کوئی چیز چور لے نہیں گیا، چور آئے ضرور، تین بار آئے، پہلی بار مشرقی پاکستان کے قیام کے دوران، لیکن تمام سامان قریبی کھیت میں چھوڑ کر چلے گئے، دوسری بار کراچی میں نار تھ ناظم آباد کے قیام کے دوران، چور آئے لیکن ان کو دروازہ نظر نہ آیا بھاگ گئے، تیسری بار پی۔ان۔اس شفا کراچی کے قیام کے دوران چور زیورات لے گیا، مگر تمام زیورات پولیس نے پکڑ لئے اور بغیر ہمارے ایف۔آئی۔آر کٹائے خود ہی ہمیں واپس کر دئے۔ صرف ایک بار کورٹ میں جا کر بیان دینا پڑا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہم پر بڑا کرم ہے۔ اس کے اس احسان کا شکر نہیں ادا ہو سکتا، دعا ہے کہ وہ ان بزرگوں کے طفیل اس فقیر، اس کے اہل و عیال اور برادران اور ان کے اہل خانہ، ہمارے محبین اور جمیع اہل سنت کو ہر برے وقت اور آفات سماوی وارضی سے محفوظ رکھے اور مسلک حقہ پر تادم مرگ قائم دائم رکھے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

سیرت و کردار :

زندگی بھر اپنے مسلک و عقیدہ پر سختی سے قائم رہے۔ نماز کے سخت پابند تھے۔ بچپن سے راقم کو اپنے ساتھ نماز پڑھاتے اور نماز کے وہ مسائل جو بعض لوگ بہت پختہ عمر میں سیکھتے ہیں راقم کو والد ماجد کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے نو عمری میں معلوم ہو گئے تھے۔ والد بزرگوار کو بہار شریعت سے نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل حفظ تھے۔ فقیر نے کسی مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی، والد ماجد ہی سے اردو، فارسی اور کچھ عربی کی تعلیم حاصل کی۔ بہار شریعت کا درس لیا۔ والدہ محترمہ سے ناظرہ اور اردو کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ لیکن یہ والد ماجد کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ اسلامی تعلیمات حاصل کرنے اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا ذوق و شوق بچپن سے پیدا ہو گیا تھا، بہار شریعت کا مطالعہ الحمد للہ نو عمر ہی سے کرتا رہا

ہوں، اس سے احقر کو فتاویٰ رضویہ اور فقہ کی دیگر کتب کے مطالعہ کا شوق بڑھادینی مسائل میں چونکہ اصطلاحات سمجھ میں آنے لگیں، جو مسائل سمجھ میں نہیں آتے تھے وہ راقم بلا تکلف والد ماجد سے دریافت کر لیتا۔ راقم نے بارہا یہ بات آزمائی کہ جب کسی مسئلہ میں والد ماجد سے رجوع کیا تو جواب یا حل جو وہ ارشاد فرماتے بہار شریعت میں ویسا ہی نکلتا، دیگر علماء سے پوچھنے کی ضرورت کم آئی، اگر کوئی معاملہ ایسا ہوتا تو خود مولانا وقار الدین صاحب یا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمہما اللہ یا دیگر با اعتماد عالم سے رجوع کرنے کو کہتے۔

فقہی مسائل اور عقائد کے معاملات میں آپ صرف فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت اور اعلیٰ حضرت کی تصنیفات پر اعتماد کرتے، کسی اور کا فیصلہ ماننے کو جلد نہیں ^{تیار} ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے مسلک و عقیدہ میں بڑے راسخ تھے اور عام علماء سے کہیں زیادہ اور پختہ علم رکھتے تھے، والد ماجد کے وصال کے بعد احقر نے استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا علامہ نصر اللہ خاں افغانی ثم الہ آبادی (تلمیذ رشید مجاہد ملت حبیب الرحمن صاحب و مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہما مفتی دارالعلوم حبیبیہ الہ آباد انڈیا) سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ کچھ مدت آپ کے حضور عربی صرف و نحو، بخاری شریف فتاویٰ رضویہ وغیرہ کے درس کے لئے زانوائے ادب تہیہ کیا۔ چند ماہ یہ سلسلہ جاری رہا اور اس مختصر عرصہ میں آپ نے وہ کچھ عطا فرمایا جو برسوں کی تعلیم میں شاید حاصل نہ ہو سکتا۔ اس کے علاوہ احقر نے جمیعتہ نشر اللغۃ العربیہ کراچی سے جدید عربی کا ۶ ماہ کا ڈپلومہ کورس بھی مکمل کیا۔ شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خان صاحب دامت برکاتہم عالیہ کی چند ماہ کی صحبت اور تعلیم و تربیت نے فقہ حدیث اور عربی زبان کی کتب کے مطالعہ کا ذوق بخشا جس کی فیضان سے مطالعہ میں وسعت پیدا ہوئی جس کا سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے پلیٹ فارم سے علمی اور تحقیقی کام کو آگے بڑھانے اور اس کے ابلاغ میں فقیر کو بڑی رہنمائی ملی۔

والد گرامی، اعلیٰ حضرت کے صاحبزادگان ان کے خلفاء اور شاگرد علماء پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ اعتماد علامہ شیخ الحدیث سردار احمد خان صاحب مولانا ابوالبرکات صاحب، مفتی اعجاز ولی خان صاحب، مولانا وقار الدین صاحب، علامہ

عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب، علامہ مولانا مصلح الدین صدیقی قادری صاحب، رحمہم اللہ تعالیٰ اجماعین کی شخصیات پر تھا اور کیوں نہ ہو جس نے اعلیٰ حضرت کی آنکھیں دیکھی ہوں، حجۃ الاسلام سے تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس حاصل کیا ہو اور امام احمد رضا مجدد دین و ملت اور علامہ مفتی حامد رضا خان رحمہما اللہ کے اصحاب اور شاگرد علماء کا صحبت یافتہ رہا ہو وہ تلمیذ و خلفاء اعلیٰ حضرت کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف کیسے رجوع کر سکتا تھا۔

نماز کے سخت پابند تھے، ان کی نماز کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات نماز پڑھتے ہوئے ٹرین چھوٹ گئی لیکن آپ نے نماز مکمل کی نماز نہ چھوڑی۔

انگریزوں کے دور حکومت میں ریلوے یونیفارم میں ٹائی اور ہیٹ ضرورت تھی لیکن آپ نے کبھی ٹائی کا استعمال نہیں کیا، البتہ جب تک آپ کو عمامہ باندھنے کی اجازت نہیں ملی تھی آپ ہیٹ ہاتھ میں رکھتے جب کوئی بڑا افسر آنے والا ہوتا تو وقتی طور پر سر پر رکھ لیتے۔ آپ نے ریلوے حکام کو درخواست لکھی کہ عمامہ مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے اس لئے انہیں ڈیوٹی کے وقت عمامہ باندھنے کی اجازت دی جائے۔ جب انگریز افسروں نے اس کی اجازت نہیں دی تو آپ نے دوبارہ درخواست دی کہ جب سکھوں کو اسلئے پگڑی کی اجازت دی گئی ہے کہ یہ ان کا مذہبی شعار ہے تو مسلمانوں کو بھی اسی بناء پر اجازت ملنی چاہیے، چنانچہ آخر کار آپ کو بھی عمامہ باندھنے کی نہ صرف اجازت ملی بلکہ عمامہ کا کپڑا بھی یونیفارم کے ساتھ دیا جانے لگا۔ اس طرح ان مسلمان ملازمین کے لئے بھی راہ کھل گئی جو ہیٹ اور ٹائی نہیں پہننا چاہتے تھے لیکن غالباً پورے ہندوستان میں واحد ذات والد گرامی کی تھی جو ریلوے کی نوکری میں عمامہ باندھتے تھے۔ البتہ آپ کے بعد دو اور حضرات نے بھی عمامہ باندھنا شروع کر دیا تھا۔

ریلوے کی جس ملازمت پر آپ متعین تھے اس میں ہر وقت رشوت کے حصول کے لئے ذرائع میسر تھے۔ لیکن زندگی بھر آپ نے حرام سے پرہیز کیا، نہایت سادگی سے زندگی بسر کی، حالانکہ ان کے اکثر ساتھیوں نے چند سالوں میں اپنے مکانات تعمیر کر لئے تھے، لیکن آپ نے سخت عمرت و تنگدستی کے حالات میں بھی مال حرام کی طرف دیکھنا گوارا نہ فرمایا، بلا ٹکٹ مسافروں سے جو رقم وصول کرتے گھر واپسی سے قبل ریلوے کے بجنگ آفس

میں جمع کرا کے آتے کہ کہیں شیطان کوئی لالچ دل میں نہ ڈال سکے اور جو پیسے میزان سے زیادہ ہوتے وہ بھی خزانہ میں جمع کر دیتے۔ ایمانداری، امانت داری اور دیانت داری ان کی زندگی کے خاص اصول تھے، صبر و شکر اور تحمل و توکل آپ کا شعار تھا۔ چنانچہ جب سابق مشرقی پاکستان میں آپ ریلوے سے ریٹائر ہوئے تو آپ کے پاس اتنی رقم بھی نہیں تھی کہ زمین کا چھوٹا سا قطع خرید سکیں۔ مکان خریدنا اور بنوانا تو دور کی بات ہے۔

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند کے وقت آپ نے پاکستان کو ترجیح دی، راقم کی عمر اس وقت ۸ برس کی تھی۔ والد صاحب کا ہیڈ کوارٹر (ریلوے) مغل سرائے تھا۔ یہاں کے تمام ریلوے ملازمین کا جنہوں نے پاکستان جانے کو ترجیح دی تھی مشرقی پاکستان، ایسٹ بنگال ریلوے میں تبادلہ ہوا اور جو لوگ ایسٹ انڈیا ریلوے کے دوسرے ہیڈ کوارٹر لکھنؤ میں تھے ان کا تبادلہ مغربی پاکستان میں ہوا۔

۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہم مشرقی پاکستان کے شہر دیناج پور میں داخل ہوئے، وہاں سے سید پور ہوتے ہوئے ایک یادو دن میں جائے تبادلہ ایشرڈی ریلوے اسٹیشن پہنچے جو مشرقی بنگال ریلوے کا ایک مشہور جنکشن تھا۔ لیکن شہریت کے اعتبار سے اس وقت ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ شروع کے ۶ ماہ والد ماجد کا پورا کنبہ جو سات افراد پر مشتمل تھا، یعنی والد ماجد، والدہ محترمہ، چھو بھی صاحبہ برادر اکبر شجاعت رسول قادری صاحب (عمر ۱۶ سال) راقم عمر ۸ سال) برادر اصغر نزہت رسول قادری (عمر ساڑھے پانچ سال) خالہ زاد بہن (عمر ۷ سال)، ٹرین کی اسی بوجی میں مقیم رہا جس میں سفر کر کے ہم بنارس (ہندوستان) سے یہاں پہنچے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ریلوے کے سرکاری کوارٹر اس وقت بہت کم تھے اور عملہ ہندوستان سے زیادہ تعداد میں منتقل ہوا تھا۔ لہذا مقامی ریلوے حکام نے آنے والے ملازمین کو یہ اجازت دے دی کہ ہندوؤں کے متروکہ مکان پر قبضہ کر لیں، ریلوے بعد میں اس کو باقاعدہ قابضین کے نام الاٹ کر دے گی، والد ماجد کے ساتھ آئے ہوئے وہ تمام ریلوے ملازمین جن کو سرکاری کوارٹر نہیں مل سکا تھا، اس اجازت کے بعد اپنی اپنی پسند کے ہندوؤں کے گھروں پر قابض ہو گئے۔ لیکن والد صاحب نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ غصب ہے

اور شرعاً ناجائز ہے۔ ۶/۱ ماہ کسمپری کی حالت میں ویران جگہ پر ریلوے یارڈ میں، جہاں ہر وقت چور، ڈاکو اور درندوں کا ڈر لگا رہتا تھا، رہنا پسند فرمایا مگر خلاف شرع کام کرنا گوارا نہیں کیا۔ یہ بڑی عزیمت کی بات ہے اور یہ ان کے ایمان کی پختگی کی دلیل تھی، چنانچہ ۶/۱ ماہ بعد جب ریلوے حکام نے از خود پچی کچی متروکہ املاک میں سے ایک ٹوٹا پھوٹا جھونپڑی نما گھر والد ماجد کے نام الاٹ کر کے ان کو باقاعدہ سند دی تو پھر ہم سب اس مکان میں منتقل ہوئے۔ جب ہم لوگ شروع شروع مشرقی پاکستان منتقل ہوئے تو ہر سال، چھ ماہ بعد وہاں کے ہندو کلکتہ (ہندوستان) فرار ہوتے اور اپنے ساتھ اپنا تمام اثاثہ بھی لے جاتے۔ اس زمانے میں مشرقی پاکستان اور ہندوستان کے درمیان پاسپورٹ اور ویزے کی پابندیاں نہیں تھیں یہ قید ۱۹۵۲ء سے لگی۔

اس کے علاوہ مشرقی پاکستان اور مغربی بنگال (ہند) کی سرحد پر اسمگلنگ کھے عام جاری تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ فرار ہونے والے ہندو سامان کا کرایہ ادا کئے بغیر غیر قانونی طور سے بہت زیادہ مال و اسباب اپنے ساتھ رشوت دے کر نکال لے جاتے۔ لیکن والد صاحب نے کبھی کبھی ان کو کرایہ اور جرمانہ ادا کئے بغیر نہ جانے دیا۔ حالانکہ اس زمانے میں وہ رشوت میں نقد پیسہ کے علاوہ سونے کے انگوٹھیاں اور چوڑیاں تک دے دیتے تھے۔ اسی طرح اسمگلروں کی مجال نہیں تھی کہ جس ٹرین سے مولانا وزارت رسول قادری سفر کر رہے ہیں اس سے وہ اپنا ناجائز مال نکال کر لے جا سکیں کیونکہ ان کو علم تھا اور وہ بار بار آزما چکے تھے کہ مولانا نہ تو رشوت لیں گے نہ بغیر کرایہ اور جرمانہ وصول کئے ان کا مال چھوڑیں گے۔ مولانا کی صورت ایسی بارعب اور آواز ایسی گرجدار تھی کہ ان کی صورت دیکھتے ہی اسمگلر فرار ہو جائے اور ان کی ڈانٹ سن کر ان کا پیشاب عملاً خطا ہو جاتا۔ بلکہ وہ ان کے عمامہ کی کلغی دیکھ کر ہی فرار ہو جاتے تھے۔ ایسے بہت سارے واقعات مولانا کے ساتھیوں نے جو ریلوے میں ان کے ساتھ کام کرتے تھے، راقم کو بتائے کہ جس میں بغیر ٹکٹ سفر کرنے والے مسافروں اور اسمگلروں وغیرہ نے مولانا کی گرجدار آواز سن کر پیشاب کر دیا یا ایمیشن پر ان کی صورت دیکھتے ہی فرار ہو گئے اور اس ٹرین پر سفر کرنے کی ہمت نہ کر سکتے۔

۱۹۴۸ء میں والد ماجد اپنے پورے کنبہ کے ساتھ پہلی بار بنارس واپس آئے اس خیال کے ساتھ کہ بنگال کی آب و ہوا ہم سب کو اس نہیں آئی تھی۔ خاص کر راقم کی والدہ محترمہ سانس کی تکلیف میں مبتلا ہو گئی تھیں، بچوں کی صحت بھی ملیریا اور ٹائیفیڈ میں مبتلا رہ کر خراب ہو رہی تھی۔ اس لئے اگر بنارس میں کسی روز گار کا بندوبست ہو گیا تو ہمیں رہ جانے کا ارادہ تھا آبائی مکان پر ابھی کسٹوڈین نے قبضہ نہیں کیا تھا لیکن دو سال کے قیام کے باوجود ایسا نہیں ہو سکا اور آخر کار مکان بھی کسٹوڈین کے قبضہ میں چلا گیا، اس دوران آپ نے اپنا آبائی مکان محلہ کے ایک پرانے ہندو خاندان کے سربراہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا رقم بھی حاصل کر لی تھی، لیکن جب آپ کو خبر ملی کہ کسٹوڈین محکمہ اس پر قبضہ کرنے والا ہے تو آپ نے تمام رقم از خود اس ہندو کو واپس کر دی کہ اس کا نقصان ہو جائیگا، ۱۹۵۰ء میں دوبارہ مشرقی پاکستان (ایشیائی) واپس آ گئے۔

واپسی کے بعد ۱۹۵۱ء میں راقم کو ایک اردو اسکول (ناظم الدین ہائی اسکول) میں پانچویں جماعت میں داخل کرایا۔ شروع شروع میں یہاں تمام اسکولوں کا ذریعہ تعلیم بنگالی زبان تھا، جب ناظم الدین صاحب وزیر اعظم پاکستان بنے تو انہوں نے مہاجرین کے بچوں کے لئے اردو ذریعہ تعلیم اسکول کھولے۔ بنارس کے قیام کے دوران دو سال تک ایک کانسٹ (ہندو) استاد گھر پر مجھے اردو، فارسی اور تیسری اور چوتھی جماعت کے کورس کی ریاضی، تاریخ اور جغرافیہ کی کتابیں پڑھانے آتے تھے اور کچھ دن کے لئے بنارس کے مشہور دارالعلوم حمیدیہ رضویہ میں حفظ کے لئے بھی بٹھایا گیا لیکن پاکستان اور ہندوستان آنے میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

۱۹۶۱ء میں والد ماجد ریلوے کی نوکری سے ریٹائر ہو گئے اور ایشیائی سے راجشاہی منتقل ہو گئے۔ اسی دوران راقم نے ۱۹۵۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کر لیا تھا اور مزید تعلیم کے لئے راجشاہی گورنمنٹ کالج میں منتقل ہو چکا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں راقم نے بی۔ اے آنرز اکنامکس کے ساتھ پاس کیا اس میں ایک پرچہ فارسی زبان و ادب کا بھی تھا، اس دوران ۱۹۶۲ء میں، والد صاحب نے دوبارہ ہندوستان کا سفر کیا۔ اس بار وہ تنہا تھے۔ کلکتہ، بنارس، لکھنؤ، ممبئی

اور رامپور میں اپنے عزیز واقارب اور علماء کرام سے ملاقاتیں کیں۔

لکھنؤ میں اپنے برادر اکبر حضرت مولانا عنایت رسول وارثی علیہ الرحمۃ ایڈیٹر ماہنامہ سنی (لکھنؤ) سے ملاقات کی اور وہیں پیغام فرمایا۔ ممبئی میں اپنے دوسرے برادر اکبر حضرت مولانا شفقت رسول قادری رضوی حشمتی صاحب سے ملاقات کی وہاں قیام راقم کے برادر اکبر شجاعت رسول قادری صاحب کے یہاں رہا جو ۱۹۵۸ء میں بغرض روزگار ممبئی چلے گئے تھے اور پھر ہندوستان میں ہی مقیم رہے۔ آج کل کویت میں بسلسلہ ملازمت رہائش پذیر ہیں۔

ریلوے کی ملازمت کے دوران فقیر کے ہوش و حواس میں والد صاحب دوبار حادثہ سے دوچار ہوئے۔ ایک بار آپ کی داہنی ٹانگ کی ٹخنوں سے اوپر کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی، دوسرا حادثہ شدید تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ جان بچ گئی۔ چلتی ٹرین پر چڑھتے میں ہاتھ چھوٹ گیا اور مولانا پلیٹ فارم اور ریلوے لائن کی درمیان کی جگہ پر گر گئے لیکن گرتے ہی ان کی زبان سے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نکلا اور اس تنگ جگہ میں اس طرح سما گئے کہ نہ جسم کا کوئی حصہ کٹا اور نہ ہی جسم پر کوئی خراش تک آئی حتیٰ کے یونیفارم کا کوئی حصہ بھی پیچے کی لپیٹ میں نہ آیا۔

راقم نے ۱۹۶۳ء میں راجشاہی یونیورسٹی سے ایم۔ اے اکنامکس کی ڈگری حاصل کی راجشاہی کے قیام کے دوران حکیم مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی صاحب کے ساتھ اکثر راقم کی اور والد صاحب کی صحبت رہتی (۲۸)۔

۱۹۶۳ء کے شروع میں راقم کراچی منتقل ہو گیا۔ قیام راجشاہی کے دوران ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں دو جلسوں میں شرکت ہوتی تھی۔ ایک مولانا حکیم غلام مصطفیٰ کوثر امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے محلہ میں اور دوسرا ابو محمد صاحب مرحوم مالک ”اس عبد الشکور تمباکو کوآئیڈ کمپنی“ راجشاہی کی قیام گاہ پر جس کے ایک حصہ میں ہم سب کا بھی قیام تھا (۲۹)، ان جلسوں میں حکیم صاحب کے علاوہ مقامی سنی بنگالی علماء بھی ہوتے تھے۔ ایشرڈی سے راقم کے اسکول کے استاذ گرامی مولانا فضل قدیر ندوی صاحب (۳۰) بھی خاص طور سے

مدعو کئے جاتے تھے بعد میں حضرت مولانا عارف اللہ صدیقی میرٹھی صاحب علیہ الرحمۃ بھی مغربی پاکستان سے تشریف لے جانے لگے۔ ہندوستان سے پھلواری شریف کے ایک بزرگ بھی اکثر سال بسال تشریف لاتے تھے انکا اسم گرامی غالباً سید مصباح الدین یا صبیح الدین تھا۔ قیام راجشاہی کے دوران راقم ماہانہ ادبی نشستوں اور مشاعروں میں شرکت کرتا رہا اور خود بھی طبع آزمائی کی، ابتدائی دور میں حضرت مولانا فضل قدیر ندوی صاحب اور پروفیسر کلیم سہسرامی صاحب سے اصلاح لیتا رہا، لیکن نعت شریف کا ذوق حضرت حکیم مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی علیہ الرحمۃ کی صحبت سے پیدا ہوا وہ خود بھی نعت کے بہت اچھے شاعر تھے ان کا مجموعہ نعت ”جام کوثر“ اس فقیر نے ہی کراچی سے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا تھا اور والد ماجد نے اس پر مقدمہ لکھا تھا، (جو اس مضمون کے آخر میں منسلک ہے) نعت میں احقر انہی سے اصلاح لیتا تھا۔ کراچی آنے کے بعد احقر نے جناب بہزاد لکھنوی مرحوم کے ساتھ کراچی حیدر آباد اور میرپور خاص کے کئی مشاعروں میں شرکت کی۔

کراچی میں راقم نے ایک سال - ایم - بی - اے - کی تعلیم حاصل کی لیکن جوہر بر تعلیم منقطع کر کے ۱۹۶۶ء (فروری) میں حبیب بینک میں بطور آفیسر ملازمت اختیار کر لی غالباً ۱۹۶۷ء کے اوائل میں والد ماجد معہ اہلی و عیال کے بذریعہ بحری جہاز کراچی تشریف لے آئے۔

۶۹-۱۹۶۸ء میں چند ماہ کے لئے راولپنڈی میں اپنے بھانجے محمد راغب خان صاحب مرحوم ابن ڈاکٹر خورشید علی خان صاحب (مرید و خلیفہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ) کے یہاں قیام پذیر رہے، پھر وہاں سے ان کی ٹریول ایجنسی کے ایک دفتر میرپور آزاد کشمیر میں بطور میجر ملازمت اختیار کی، لیکن کام زیادہ نہیں چلا اس لئے بد دل ہو کر کراچی واپس آگئے اور کراچی میں اپنے ایک بھانجے ڈاکٹر محمد سلطان قریشی صاحب کے ہسپتال (کورنگی) میں اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۶۹ء کے آخر میں احقر کے اصرار پر گھر بیٹھ گئے۔

قیام راولپنڈی کے دوران جن معروف علماء کرام سے آپ کی ملاقاتیں رہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں :

- ☆ مولانا عارف اللہ صدیقی صاحب (راولپنڈی)
- ☆ مولانا فیض الحسن فیضی چشتی صاحب (راولپنڈی)
- ☆ علامہ مطیع الرضا صاحب (راولپنڈی)
- ☆ مولانا مفتی اعجاز ولی صاحب (لاہور)
- ☆ علامہ مفتی ابو البرکات صاحب (لاہور)
- ☆ مولانا خلیل احمد صاحب (لاہور)
- ☆ مولانا حکیم معین الدین ایڈیٹر سواد اعظم (لاہور)
- ☆ مولانا محمود احمد رضوی صاحب (لاہور)

اس کے علاوہ آپ نے لاہور، ملتان اور فیصل آباد کا بھی سفر کیا وہاں مزارات پر حاضری دی اور علماء سے ملاقاتیں کیں۔

دینی و ملی خدمات :

سنی کانفرنس منعقدہ ۱۹۴۶ء بنارس، اور تحریک پاکستان میں آپ نے بنارس کی سطح پر ایک کارکن کی حیثیت سے بڑا فعال کردار ادا کیا، اس وقت احقر کی عمر ۷ سال تھی۔ والد صاحب مرحوم کے ساتھ فقیر نے بھی سنی کانفرنس میں شرکت کی ہے۔ راقم کو اب تک یاد ہے کہ والد صاحب نے ایک حسین و جمیل شخصیت کی گود میں اس فقیر کو بٹھایا تھا جو سیاہ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ بعد میں آپ نے اس کا اسم گرامی محدث کچھو چھوی صاحب بتایا تھا، اور اسٹیج پر جو نوجوان مولوی صاحب نظامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان کا نام مولانا عارف اللہ صدیقی بتایا تھا۔

اس سلسلہ میں سنی کانفرنس کے ایک چشم دید گواہ جناب مرزا ایوب ابن مرزا عبدالرؤف (سابق اسٹاف پاکستان قونصلیٹ جدہ) نے جو ریٹائرمنٹ کے بعد جدہ ہی میں مقیم تھے اور اب مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور حال ہی میں کراچی تشریف لائے ہوئے تھے،

ایک ملاقات میں والد صاحب کے ذکر پر فرمایا (۲۱)

”وزارت بھائی نے آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۳۶ء اور قیام پاکستان کے انتخابات ۱۹۳۶ء میں بنارس کی سطح پر گر انقدر خدمات انجام دی ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے موقع پر وہ محلہ کے نوجوانوں کو جن میں، میں خود بھی شامل تھا، آل انڈیا سنی کانفرنس کے جلسہ گاہ تک لے جاتے۔ ان کی ذمہ داریاں لگاتے اور مرد اور خواتین کو بادشاہ کے باغ (جلسہ گاہ) تک پہنچانے کے لئے ان کی رہنمائی کرتے، مہمان، علماء کے وفود کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لئے خود چوکس رہتے اور دیگر کارکنان کو بھی چوکس رکھتے، اسی طرح ۱۹۳۶ء کے مسلم لیگ کے الیکشن کے زمانے میں پوسٹر لگانے سے لے کر ووٹ ڈالنے تک مرد اور خواتین کی رہنمائی کا فریضہ مستعدی سے انجام دیتے اور ان امور کی نگرانی میں ہاتھ بھی بٹاتے تھے، اس کے علاوہ بنارس میں جب بھی علماء اہل سنت کا کوئی اجتماع یا میلاد مبارک کا جلسہ ہوتا تو وزارت بھائی خاص طور سے اس کے اہتمام و انتظام میں مصروف ہوتے اور جلسہ اگر حجۃ الاسلام کی زیر صدارت ہے تو ان کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل ہوتا وہ اس کے جملہ انتظامات میں بنفس نفیس شریک ہوتے۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ تو وزارت بھائی کو خاص طور سے بہت چاہتے تھے اور وہ زیادہ تر قیام بھی آپ کے ہی گھر پر فرماتے۔“

مرزا ایوب ابن مرزا عبدالرؤف صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ”حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے ۱۹۰۰ء میں بیید علماء اہل سنت مثلاً صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب، مولانا ابراہیم رضا خان صاحب رحمہم اللہ اور دیگر علماء کرام جب بھی بنارس شریف آتے تو وزارت رسول قادری صاحب سے ضرور ملاقات کرتے بلکہ بعض آپ کے گھر پتہ بندہ پر قیام بھی فرماتے۔ یہ علماء کرام زیادہ تر بنارس میں دو یا تین برسوں پر قیام پذیر ہوتے۔ مدنی پورہ میں دارالعلوم فاروقیہ رضویہ کے مہتمم

صاحب کے پاس، مولانا عبدالحمید قادری پانی پتی علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ یا ان کے مدرسہ حمیدیہ رضویہ پریا پھر جناب وزارت رسول قادری حامدی کے مکان پر۔

علماء بنارس مثلاً مولانا عبدالرشید ابن مولانا عبدالحمید قادری پانی پتی، مولانا عبدالوحید ابن مولانا عبدالرشید (۲۲)، مولانا ابراہیم نعمانی صاحب ان کے صاحبزادے مولانا عبدالسلام نعمانی (امام و خطیب گیانباتی مسجد) (۲۳) مولانا محمد شریف صاحب، مولانا خلیل داس صاحب (۲۴)، حافظ غلام مصطفیٰ صاحب، مولوی داد خان صاحب وغیر ہم، والد ماجد کا بڑا احترام کرتے اور اکثر میلاد شریف کی محفلوں اور مجلسوں میں والد ماجد ان کے ساتھ شریک ہوتے۔ فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ غالباً ۱۹۴۵ء میں جب رسم ختنہ کے بعد یہ فقیر صحت یاب ہوا تھا تو والد ماجد علیہ الرحمۃ نے میلاد مبارک کی ایک محفل منعقد کی تھی جس میں حضرت مولانا ابراہیم رضا خان صاحب (جیلانی میاں صاحب)، فرزند اکبر حجۃ الاسلام علیہما الرحمۃ خاص طور سے تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر بنارس کے خاص خاص علماء بھی موجود تھے۔

والد صاحب ہندوستان میں جب تک رہے، عرس اعلیٰ حضرت میں (بریلی شریف) ضرور شرکت فرماتے، اور دیگر بزرگوں کے اعراس میں حسب مواقع اور فرصت شرکت کرتے، مدارس اہل سنت کی خصوصاً منظر اسلام، بریلی شریف، منظر اسلام فیصل آباد، دارالعلوم امجدیہ کراچی، دارالعلوم حامدیہ رضویہ کراچی اور شہر اور ملک کے دیگر مدارس اہل سنت کی حسب توفیق خود بھی مدد کرتے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے۔ راقم کی تربیت کے لئے راقم کے ہاتھ سے مدارس اور علماء کے خدمت کرواتے۔ علماء و مشائخ سے مراسلت بھی رکھتے۔ پاک و ہند کے مندرجہ ذیل رسائل و ماہنامہ والد ماجد اور پھوپھی صاحبہ کے مطالعہ میں ہوتے تھے:

۱..... ماہ طیبہ کوٹلی لوہار ان (سیالکوٹ)

۲..... اعلیٰ حضرت (بریلی شریف)

۳..... نوری کرن (بریلوی شریف)

۴.....سواد اعظم (مراد آباد / لاہور)

۵.....آستانہ (دہلی)

ادبی رسائل / نیم ادبی مذہبی رسائل

۶.....ماہنامہ مشہور (دہلی)

۷.....ماہنامہ کہکشاں (دہلی)

۸.....نقوش

۹.....نگار

۱۰.....بتول

اخبارات

مندرجہ ذیل اخبارات پڑھے جاتے تھے :

۱.....جنگ (دہلی / کراچی)

۲.....انجام (دہلی / کراچی)

۳.....مورنگ نیوز (ڈھاکہ) انگریزی اخبار

۴.....آبزرور (ڈھاکہ) انگریزی اخبار

۵.....ڈھاکہ سے شائع شدہ ایک اردو اخبار

نوٹ : ان کے علاوہ پاک و ہند سے شائع ہونے والے کچھ اور بھی دینی اور مذہبی رسائل

آتے تھے لیکن چونکہ وہ راقم کے بچپن کا زمانہ تھا اس لئے ذہن میں ان کا نام محفوظ نہیں۔

والد محترم اور عمہ محترمہ دونوں کو مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ والد صاحب اردو اور فارسی

ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ غالب، اقبال، حسرت موہانی، مومن اور حافظ سعدی کے کافی

اشعار ان کو زبانی یاد تھے۔ نعتیہ شاعری میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اور اپنے پیر و مرشد حجۃ

الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خاں اور حسن رضا بریلوی علیہم الرحمۃ کے کثیر اشعار زبانی یاد

تھے۔ ان کے علاوہ کسی اور کی نعت کم پڑھا کرتے تھے اکثر مشاعروں میں بھی شریک ہوتے۔

اسی طرح عمہ محترمہ کا اردو نثر و نظم کا مطالعہ بڑا وسیع تھا اور ذوق بڑا استہرا تھا۔ انتخاب زمانہ شعراء و ادباء کے کلام زیر مطالعہ رہتے تھے۔ بعض ادبی اور دینی رسالوں میں ان کے مضامین فوزیہ صبوحی کے نام سے چھپتے تھے۔ مراسلت نگاری کے فن سے واقف تھیں۔ اپنے پیرو مرشد حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے علاوہ بعض دیگر علماء سے بھی مراسلت تھی۔ حیدر آباد دکن، ممبئی، لکھنؤ، دہلی وغیرہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ خط و کتابت کرتی تھیں اس کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں خاندان کے تمام بزرگوں سے زندگی کے آخری ایام تک خط و کتابت جاری رہی۔ گھر کی لائبریری میں غالب، اقبال، مومن، حسرت موہانی، مجاز لکھنوی، اکبر الہ آبادی، فیض احمد فیض، کے دواوین موجود تھے۔ نعتیہ شعراء میں امام احمد رضا بریلوی، حسن بریلوی، جمیل احمد قادری بریلوی رحمہم اللہ کے نعتیہ مجموعوں کے علاوہ حجۃ الاسلام کی چند نقل شدہ نعتیں بھی تھیں۔ واضح رہے کہ مولانا حامد رضا حامد بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے والد ماجد اور چچا محترم کی طرح بڑے قادر الکلام نعت گو شاعر تھے مگر افسوس کہ آپ کا نعتیہ کلام شائع نہ ہو سکا اور آپ کے وصال کے بعد حاسدوں نے ضائع کر دیا۔

علاوہ ازیں، اعلیٰ حضرت یا اہل سنت کی جس نئی تصنیف یا رسالہ کی خبر سنتے اس کو ضرور حاصل کرتے۔ بعض رسائل میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوئے لیکن راقم کے پاس صرف ماہنامہ ”اعلیٰ حضرت ۱۹۶۵ء“ کے ایک شمارے میں شائع شدہ مضمون محفوظ تھا لیکن تلاش بسیار کے باوجود شمارہ نہیں مل سکا۔ جس زمانہ میں تاج کمپنی نے پہلی بار قرآن مجید کنز الایمان کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا، والد ماجد علیہ الرحمۃ نے اس نسخہ کنز الایمان اور اس کے حاشیہ خزائن العرفان کو حرافر فاپڑھا اور مراد آباد (ہندوستان) کے نسخہ سے اس کا تقابلی مقابلہ کر کے اس کی اغلاط تلاش کیں اور تاج کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر عنایت اللہ خاں کو سخت الفاظ میں خط لکھا کہ ”آپ نے کنز الایمان کے ترجمہ میں تحریف کر کے بددیانتی کی ہے جس کی فہرست منسلک ہے۔ نیز یہ کہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے اسمائے گرامی پورے القاب و آداب اور ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے ساتھ نہیں لکھے گئے، آپ فوراً اپنے معذرت

نامے کے ساتھ ان تمام اغلاط کی تصحیح شائع کریں بلکہ یہ غلط نسخے لوگوں سے واپس لے کر نئے طبع شدہ (تصحیح شدہ) نسخے بھیجنے کا انتظام کریں۔“ جب تک تاج کمپنی والوں نے معذرت کا خط نہیں بھیجا آپ برابر ان کو یاد دہانی کا خط لکھتے رہے۔

آپ نے کنز الایمان اور حاشیہ کی عبارات میں ۷۳ اغلاط کی نشاندہی کی جن میں بعض فاحش تھیں اور ان کی نقل پاک و ہند کے متعدد علماء کرام کو اس درخواست کے ساتھ روانہ کی کہ تاج کمپنی سے نہ صرف احتجاج کیا جائے بلکہ اس کے تدارک میں تصحیح شدہ نسخوں کی اشاعت کا مطالبہ کیا جائے۔

محمد لہد آپ کی مساعی اور دیگر علماء اہل سنت کی کوششوں سے تاج کمپنی کو غلط نسخے واپس لینے پڑے اور اصلی ترجمہ کے متن کے ساتھ نیا نسخہ شائع کر کے مارکیٹ میں بھیجا پڑا۔ تاج کمپنی والوں نے اس کے ساتھ ہی معذرت کا ایک خط بھی ارسال کیا تھا جو اس مضمون کے آخر میں اغلاط کی فہرست کے ساتھ اہم دستاویز کے طور سے شامل کیا گیا ہے۔

پاک و ہند کے جید علماء کرام مثلاً حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان صاحب، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب، مولانا عبدالحمید بناری صاحب، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب، مولانا سردار احمد خان صاحب، صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی صاحب، مولانا حشمت علی خان صاحب، مولانا محبوب علی خان صاحب، مولانا مفتی اعجاز ولی خان صاحب، مولانا تقدس علی خان صاحب، مولانا ابراہیم رضا خان صاحب رحمہم اللہ علیہم سے آپ کے بڑے قریبی تعلقات تھے، اکثر سفر و حضر اور جلسوں میں ان کا ساتھ رہتا۔ مولانا ابراہیم رضا خان صاحب جیلانی میاں علیہ الرحمۃ جب مشرقی پاکستان ۱۹۵۴ء میں تشریف لائے تو ایشیائی بھی تشریف لائے اور والد صاحب کے ہی پاس قیام پذیر ہوئے تھے۔ بعد میں آپ حجۃ الاسلام کے ایک نو مسلم بنگالی مرید کے گھر منتقل ہو گئے۔

راقم نے اس قیام کے دوران حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمۃ کے زیارت بھی کی اور ان کی کرامات بھی دیکھیں۔ نہایت ہی حسین و جمیل تھے اور سرخ و سفید رنگت تھی۔ متوازن قد و قامت کے حامل تھے۔ جب عمامہ اور سیاہ جبہ پہن کر چلتے تو لوگ حیرت سے تکتے

رہ جاتے۔ ایشرڈی میں ایک ڈاکٹر صاحب اسمعیل نام کے رہتے تھے۔ ان کی اکلوتی اولاد ایک ۱۴ سالہ صاحبزادے تھے اس کو پیشاب کا عارضہ تھا، اس عمر میں بھی شب میں سوتے ہوئے اسے پیشاب آجاتا تھا، ڈاکٹر صاحب نے خود اپنا بھی اور دوسرے ڈاکٹروں کا بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، جب ان کو پتہ چلا کہ بریلی ہندوستان سے ایک بزرگ عالم تشریف لائے ہیں تو انہوں نے حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمۃ کو اپنے گھر پر دعوت دی، حضرت نے ان کے صاحبزادے کو دم کیا، تعویذ لکھ کر دیا اور پانی دم کر کے دیا کہ اس کو پلاتے رہیں۔ الحمد للہ تین دن کے اندر اس کی بچپن کی برسوں کی بیماری ختم ہو گئی، یہ کرامت دیکھ کر ڈاکٹر صاحب اور ان کا پورا گھرانہ حضرت کا مرید ہو گیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ راقم کی انگلی جل گئی تھی والد صاحب نے حضرت سے ذکر کیا۔ حضرت نے درود شریف :

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم - نحن عباد محمد صلی علیہ وسلم
 پڑھ کر دم فرمایا، فوراً ٹھنڈک پڑ گئی اور کوئی زخم یا چھالہ بھی نہیں پڑا۔ تیسری کرامت یہ دیکھی ایک دن آپ کو کہیں جانا تھا اتنے میں زوردار بارش شروع ہو گئی۔ آپ نے بیساختہ ہاتھ اوپر آسمان کی طرف (کسی چیز کو روکنے کے اشارے کے انداز میں) اٹھایا فوراً ہی بارش رکنا شروع ہو گئی اور پھر بند ہو گئی۔

قیام ایشرڈی کے دوران والد ماجد نے بہت سے لوگوں کو حضرت جیلانی میں علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر داخل سلسلہ قادریہ حامد یہ رضویہ کرایا اور متعدد جگہوں پر آپ کی تقاریر کا اہتمام کیا اور نماز جمعہ کی خطابت و امامت کا بھی انتظام کیا۔ احقر نے آپ کے اس قیام کے دوران آپ سے درود شریف کی تعلیم اور کچھ دیگر وظائف کی بھی اجازت حاصل کی۔

(۱) اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم - نحن عباد محمد صلی علیہ وسلم

(۲) صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاة

وسلا ما علیک یا رسول اللہ۔

جب ۱۹۷۰ء میں ایوب خاں مرحوم کے زوال کے بعد جمہوریت کی تحریک

شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ وقت ہے کہ اب اہل سنت و جماعت کو اپنے سیاسی وجود کو تسلیم کروانا چاہیے اس لئے کہ تحریک پاکستان کے دور سے لے کر اب تک یہ ہوتا رہا کہ اہل سنت کے علماء و عوام مسلم لیگ کے نام پر ووٹ دیتے رہے۔ اب وقت ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت کے پلیٹ فارم سے اپنا نمائندہ خود منتخب کریں تاکہ اسمبلیوں میں جا کر نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ کے لئے، کہ جس کے قیام کی خاطر غیر منقسم ہندوستان کے سنی عوام اور علماء نے مسلم لیگ کو مینڈٹ دیا تھا، اپنا رسوخ استعمال کر سکیں اور اہل سنت کا سیاسی تشخص بھی برقرار رکھ سکیں۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء میں جب جمعیت علماء پاکستان نے سیاسی پارٹی کے طور سے الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور اس کی تحریک اور الیکشن کمپین میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیا۔ اس دوران مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب، مولانا سعادت علی قادری صاحب، مولانا محمد حسین حقانی صاحب وغیرہم سے ملاقاتیں کرتے، ان کے جلسہ میں شریک ہوتے۔ راقم اور اس کے چھوٹے بھائیوں کو خاص طور پر تاکید تھی کہ جمعیت کے لئے کام کریں۔ چنانچہ اس الیکشن میں علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ کے پولنگ اسٹیشن کے اسٹاف کی حیثیت سے ہم بھائیوں نے کام کیا۔

توضیح و انکساری :

جد امجد اور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہا کی نسبت سے علماء کرام والد ماجد کا بڑا احترام اور اکرام فرماتے تھے۔ لیکن والد ماجد کے ادب کا یہ عالم تھا کہ علماء کرام کے سامنے دوزانو بیٹھتے اور کبھی ان کے برابر باوجود ان کے دعوت و اصرار کے نہ بیٹھتے۔ خاص کر حجۃ الاسلام کی اولاد، ان کے خلفاء اور اعلیٰ حضرت کے خلفاء و شاگرد علماء سے تو بڑی عاجزی انکساری اور ادب کے ساتھ معاملات کرتے۔ اس کے علاوہ عوام الناس مسلمان اور رشتہ داروں سے بھی انکساری اور محبت کا سلوک کرتے۔ بچہ ہو یا جوان، ضعیف ہو یا قوی، ہر ایک کو سلام میں پہل کرتے، راہ

چلتے آگر کوئی کا نٹایا پتھر وغیرہ مل جاتا تو اسے فوراً کنارے سے ہٹا دیتے کہ مبادا کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے، محلہ کا آگر کوئی کمزور یا بوڑھا شخص اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھاتا نظر آجاتا تو اس کی مدد کرتے۔ اپنی اولاد کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیتے۔ والد ماجد کی صرف ایک سگی بہن تھیں لیکن اپنے تمام خاندان کے ہر فرد سے ایسی محبت اور رواداری کا مظاہرہ فرماتے کہ ہر فرد یہ سمجھتا کہ وہ اس ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ خاندان میں جیسا کہ اکثر ہوتا ہے آپ میں رنجشیں بھی ہوتی ہیں لیکن مولانا وزارت رسول قادری کا ایسا گھرانہ تھا کہ خاندان کے کسی فرد کو اس سے کوئی رنجش اور شکایت نہیں، وہ کسی رشتہ دار کے آپس کے نزاع میں نہیں پڑتے لیکن صلح اور دوستی کرانے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے۔

۷ اگست ۱۹۷۰ء کو راقم رشتہ ازدواج میں منسلک ہوا۔ فقیر کی اہلیہ ڈاکٹر بر جیس جہاں کوئٹہ گورنمنٹ کالج کے انگریزی کے پروفیسر سید عزیز الدین نقوی مرحوم کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ اہلیہ اس وقت آرمی میڈیکل کور میں ملازم تھیں۔ شادی کے بعد ان کا تبادلہ نوشہرہ کینٹ (صوبہ سرحد) ہو گیا۔

والد بزرگوار تقریباً ایک سال مع والدہ صاحب کے اہلیہ کے ساتھ نوشہرہ کینٹ میں مقیم رہے۔ ۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو کراچی تبادلہ ہوا اور ملیئر کینٹ کمبائینڈ ملیٹری ہسپتال میں تعیناتی ہوئی۔

ملیئر کینٹ اور پی۔ان۔اس۔شفا میں قیام کے دوران حضرت مولانا تقدس علی خان صاحب علیہ الرحمۃ، شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ راشدیہ پیر جو گوٹھ اور محترم مولانا شفیع محمد قادری صاحب (نائب صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) (۲۵)۔ متعدد بار غریب خانے پر والد ماجد صاحب سے ملنے تشریف لاتے رہتے۔ حضرت مولانا تقدس علی خان صاحب علیہ الرحمۃ نے میرے دونوں صاحبزادوں کے تاریخی نام رکھے، بڑے صاحبزادے کا سطوت رسول ازہر قادری (۱۳۹۱ھ) اور چھوٹے کا صولت رسول نور قادری (۱۳۹۳ھ) خود تجویز فرمایا (۲۶)۔

حضرت مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان جو ملیئر

سعود آباد میں ۸۰ گز کے ایک معمولی مکان میں رہتے وہ بھی قیام ملیر کینٹ کے دوران والد صاحب سے ملاقات کے لئے کئی بار تشریف آئے۔ حضرت مولانا وقار الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی بھی برابر ملاقات رہتی تھی (۲۷)۔ حضرت مولانا وقار الدین صاحب قادری رضوی حامدی والد صاحب کے پیر بھائی تھے جب سابق مشرقی پاکستان کی تحصیل چٹاگانگ کے قصبہ سولہ شہر کی مشہور سنی درسگاہ جامعہ احمدیہ سنیہ وہ پر نسیل تھے، تو وہاں بھی والد صاحب سے ملاقات رہتی تھی، راقم بھی قیام مشرقی پاکستان کے دوران حضرت سے دو بار ملاقات کر چکا تھا۔ پیر طریقت حضرت مولانا مصطح الدین صدیقی قادری صاحب علیہ الرحمۃ تقریباً ہر سال ربیع الاول شریف کی محفل میلاد میں خصوصی خطاب کے لئے گھر پر تشریف لاتے۔ یہاں تک کہ مولانا مصطح الدین صاحب کے وصال سے قبل جو آخری محفل میلاد تھی وہ بھی فقیر کے گھر پر (پی۔ان۔اس۔شفا میں) منعقد ہوئی تھی اور اس میں حضرت مولانا مفتی اختر رضا دامت برکاتہم عالیہ بھی شریک ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد حسن حقانی صاحب دامت برکاتہم عالیہ سے بھی والد صاحب کو خصوصی محبت تھی۔ قیام نار تھ ناظم آباد کے دوران (۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۱ء) والد صاحب اکثر جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد دارالسلام بڑا میدان ناظم آباد، جہاں حقانی صاحب ان دنوں نماز جمعہ کی خطابت و امامت فرماتے تھے، جایا کرتے تھے اور رمضان میں تراویح بھی جب تک نار تھ ناظم آباد میں مقیم رہے، وہیں پڑھنے جاتے تھے اور اکثر ہم سب پیدل چلے جاتے تھے۔ حالانکہ ان کی مسجد ہماری قیام گاہ سے کم از کم ۲۲ کیلو میٹر کے فاصلہ پر تھی۔ حضرت مولانا قاری رضا المصطح صاحب، اور دارالعلوم حامدیہ رضویہ کے شیخ الحدیث مولانا غلام نبی صاحب اور مہتمم مولانا محمد طفیل صاحب مرحوم مغفور اکثر حضرت سے ملاقات کے لئے نار تھ ناظم آباد کی رہائش گاہ پر اور پھر بعد میں ملیر کینٹ اور پی۔ان۔اس۔شفا میں تشریف لاتے تھے۔ والد صاحب کو دارالعلوم حامدیہ رضویہ کا خزانچی اور رکن بھی مقرر کیا گیا تھا۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد ماہ نومبر میں والد صاحب ایک بار بذریعہ بحری جہاز مشرقی پاکستان اپنے عزیز واقارب اور دوستوں سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ غالباً ایک ماہ کے بعد وہاں سے واپس آئے، اس وقت انہوں نے وہاں کے سیاسی حالات کا جائزہ

لیتے ہوئے یہ تاثر پیش کیا کہ اب مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کا ایک ساتھ رہنا مشکل نظر آ رہا ہے۔ سنی رضوی سوسائٹی کے (مانچسٹر، انگلینڈ) کے بانی اور سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی حامدی صاحب دامت برکاتہم عالیہ بھی جب کراچی آتے تو والد ماجد سے ملاقات کے لئے ضرور آتے۔

سفر حج و زیارت :

۱۹۷۲ء میں والد ماجد کی کھانے کی نالی میں تکلیف شروع ہو گئی تھی۔ علاج معالجہ سے کچھ افاقہ ہوا پھر ۱۹۷۳ء میں وہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کی نیت سے اور اس کے طفیل حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کے لئے جدہ بحری جہاز سے روانہ ہوئے۔ مولانا کا حج کا پروگرام ان کے برادر طریقت حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی حامدی قادری صاحب کے ساتھ بنا تھا۔ چنانچہ اس حج میں وہ حضرت کے ساتھ ساتھ رہے۔ خوشتر صاحب پہلے ماریشس پھر وہاں سے جدہ پہنچے۔ دوران سفر حج والد کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی۔ کھانے کی نالی میں ایسی تکلیف ہوئی کہ کھانا حلق سے اترنا بند ہو گیا، اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے حضرت مولانا خوشتر صاحب مدظلہ اور ان کے افریقی شاگرد کو کہ انہوں نے والد ماجد کی اس علالت کے دوران بڑی خدمت کی اور منی و عرفات کے سفر میں خصوصی دیکھ بھال کی۔ بعدہ، مولانا خوشتر صاحب افریقہ روانہ ہو گئے لیکن اپنے افریقی شاگرد کو مکہ شریف میں چھوڑ گئے جہاں وہ حضرت والد ماجد کی خدمت کرتے رہے، مکہ شریف میں طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو مکہ کے مستشفی ملک عبدالعزیز (ملک عبدالعزیز ہسپتال) میں علاج معالجہ ہوتا رہا، وہاں پاکستانی اور ہندوستانی ڈاکٹر اس وقت اکثریت میں تھے۔ ان ڈاکٹروں کے پورڈنے یہ فیصلہ سنایا کہ آپ کراچی واپس چلے جائیں وہاں آپریشن کے ذریعہ علاج ممکن ہے اور اس بیماری کی حالت میں آپ مدینہ شریف نہیں جاسکتے۔ مرض شدید ہے جان جانے کا خطرہ ہے۔ ہم آپ کے لئے ہوائی جہاز کے سفر کا انتظام کر دیں گے۔ حضرت مولانا وزارت رسول

قادری علیہ الرحمۃ نے فرمایا :

”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حج کی سعادت بھی حضور سید عالم ﷺ کے طفیل ملتی ہے اس لئے جب تک نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت نہ کر لی جائے ہمارا حج نہ مقبول ہے نہ مبرور، رہا جان کا خطرہ تو میرا یہ وجود اور میرا یہ تنفس و انفس یہ سب آپ ﷺ کے جود کا صدقہ ہے اگر ان کی راہ میں جان جاتی ہے تو جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں میں تو روضہ اقدس کی زیارت کی بغیر پاکستان واپس نہیں جاؤں گا۔“

ڈاکٹروں نے کہا کچھ بھی ہو جائے ہم آپ کو پاکستان واپس بھیجنے کے لئے جدہ بھیج دیں گے۔ مدینہ شریف نہیں جانے دیں گے۔ لیکن حضرت مولانا اپنے ایک دوست اور پیر بھائی کی معرفت چپکے سے جدہ جانے کے بہانے پہلے جدہ پھر مدینہ شریف میں حضور نبی اکرم ﷺ در اقدس پر حاضر ہو گئے۔

گنبد خضراء کے دیدار سے سکون قلب حاصل کیا۔ قدین شریفین میں حاضری سے آنکھیں ٹھنڈی کیں، مواجہہ اقدس کی حضوری سے سید عالم ﷺ کی خوشنودی، دارین کی دولت اور حج مقبول و مبرور کی سند حاصل کی۔ منی و عرفات اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران کئی بشارتیں بھی حاصل ہوئیں۔ وہاں کے علماء خصوصاً حضرت ضیاء الملت والدین علامہ مولانا ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمۃ اور ہندوپاک کے بہت سے علماء سے ملاقاتیں کیں مدینہ شریف کے قیام کی برکت سے مرض کی شدت بالکل ختم ہوئی۔

سفر آخرت :

حج سے واپسی پر کچھ دنوں بعد پھر یہ تکلیف عود کر آئی۔ مارچ ۱۹۷۵ء میں راقم کی اہلیہ کا تبادلہ ملیر کینٹ سے پی۔ان۔اس۔شفا ہسپتال، نزد کالا پل کراچی ہو گیا۔ ہم لوگ ملیر کینٹ سے یہاں منتقل ہو گئے، والد صاحب کی تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا۔ آخر میں ڈاکٹروں

نے کھانے کی نالی کا آپریشن تجویز کیا۔ غالباً ۲۵ جنوری ۱۹۷۶ء کو جناح ہسپتال کراچی میں
 آپ کا آپریشن ہوا۔ آپریشن سے ایک دن قبل گھر سے ہسپتال منتقل ہوئے۔ وقت رخصت
 سب کو وصیت کی احقر سے فرمایا، والدہ کا خیال رکھنا، یادش بخیر! اس سال عید قربان کے
 موقع پر فرمایا کہ ”وجاہت بیٹے گائے خود ذبح کرو“ حالانکہ ہر سال والد صاحب خود اپنے
 ہاتھوں سے جانور ذبح کیا کرتے، لیکن اس سال فرمایا کہ اب آئندہ تمہیں کو قربانی کرنے ہوگی
 ہذا راقم کو بلا کر گائے پر چھری پھروائی۔ ہسپتال رخصت ہونے سے ایک دو روز قبل بازار جا کر
 ان دکانداروں سے جہاں سے وہ سودا سلف خریدتے تھے ملاقات کی اور پوچھا کہ کسی پر اگر میرا
 قرض نکلتا ہو تو لے لے اس لئے کہ میں یہاں سے جا رہا ہوں پھر میری ملاقات نہ ہو سکے
 گی۔ وقت رخصت راقم کے چھوٹے بھائیوں سے خاص طور سے فرمایا کہ راقم کہ اہلیہ کا
 حاصل خیال رکھنا، یہ تمہاری بڑی بہن اور میری بیٹی ہے، اسے کوئی تکلیف پہنچی تو مجھے
 تکلیف پہنچے گی۔ انہی دنوں میری عمہ محترمہ حسینہ بیگم پر فالج کا حملہ ہوا، لگاتار یکے بعد
 دیگرے کئی حملہ ہوئے جس کے بعد بے ہوش ہو گئیں، اسی عالم میں والد محترم کے وصال
 کے دو ماہ بعد انکا انتقال ہوا (۲۸) آپریشن سے قبل رات بھر آپ ہسپتال کے کمرے میں مصلاً
 بچھا کر نماز پڑھتے رہے، آپریشن کے بعد دس دن حیات رہے، ۷ دن ہوش میں رہے،
 آٹھویں دن بے ہوش ہو گئے۔ آخر وقت تک نماز پلنگ پر لیٹ کر ادا کرتے رہے جب بے
 ہوش ہوئے تو بھی نماز کے بعد وظیفہ و درود شریف کے ورد میں مشغول تھے۔ اس لئے کہ بے
 ہوشی کے عالم میں ان کے ہاتھ کی انگلیاں وظیفہ پڑھنے کی حالت ہی میں بند تھیں۔ مغرب کی
 اذان کے وقت لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے آنکھ کھولی، پھر مسکرائے لوگ سمجھے آپ ہوش
 میں آگئے۔ پھر ایک نور کالمعہ چہرے پر چمکا اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اللہ
 تبارک و تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئی۔ تاریخ ۴ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ / ۵ جنوری ۱۹۷۶ء
 تھی، جمعرات کا دن تھا، مغرب کی اذان کے ساتھ ہی شب جمعہ شروع ہو گئی ادھر اذان ختم
 ہوئی ادھر آپ اپنے خالق و مالک کے دربار میں اپنے آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ کے سایہ رحمت
 کے ساتھ حاضر ہو گئے۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“۔ ہسپتال سے آتے آتے رات ہو گئی۔

دوسرے دن بعد نماز جمعہ تدفین ہوئی، آپ کا جسد خاکی رات بھر اور پھر دوسرے دن بارہ بجے تک قیام گاہ پی۔ این۔ اس۔ شفا میں رکھا رہا، رشتہ دار، احباب اور علماء آ کر زیارت کرتے رہے۔ آپریشن کے باوجود جسم ویسے ہی نرم اور صحیح و سالم حالت میں رہا۔ حضرت مولانا وزارت رسول قادر کارنگ ساؤنلا تھا لیکن وصال کے فوراً بعد چہرے کا رنگ صاف و شفاف اور چمکدار بن گیا تھا۔ انتقال سے ایک رات قبل والد مرحوم کی ایک بھانجی محترمہ رشیدہ بیگم بنت ڈاکٹر خورشید علی خاں قادری حامدی مرحوم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا نورانی دروازہ ہے۔ اس سے خوب روشنی منعکس ہو رہی ہے اس کے اندر ڈاکٹر خورشید علی قادری حامدی مرحوم اور کچھ دیگر بزرگ کھڑے ہوئے مسکرا رہے ہیں اور کسی کی آمد کے انتظار میں ہیں۔ رشیدہ بیگم صاحبہ نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ ابا جان آپ لوگ نہایت خوشی و مسرت کے عالم میں یہاں کھڑے کس کا انتظار کر رہے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ وزارت کے استقبال کے لئے یہاں آئے ہیں۔

مولانا محمد حسن حقانی صاحب دامت برکاتہم عالیہ نے نماز جنازہ پڑھائی سخی حسن کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ جب قبر میں لٹایا جا رہا تھا اور لوگ چہرے کی آخری زیارت کر رہے تھے تو مولانا مفتی غلام نبی صاحب مدظلہ العالی، مہتمم دارالعلوم حامدیہ رضویہ، فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ پوچھنے لگے کہ ان کے مرشد کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان، ان بزرگ نے فرمایا کہ ”ان کے چہرے پر انوار کی بارش اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ایک مرد صالح ہیں اور یہ کہ مرحوم نے کسی بہت بڑے ولی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے میرا اندازہ صحیح نکلا ان کے مرشد یقیناً مرشد کامل تھے۔“ انوار کی بارش کا کئی اور لوگوں نے بھی مشاہدہ کیا۔ جنازے میں جمید علماء کرام، مشائخ عظام کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام اہل سنت نے شرکت کی مسجد دارالسلام کے باہر جہاں جنازہ پڑھایا گیا تھا لوگوں کا اتنا بڑا جھوم اس علاقہ میں اب تک کسی جنازے میں شریک نہیں ہوا تھا۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
 جان کی اکیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی
 اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر پر تقصیر کو اس کے تمام برادران اور ہماری اولاد
 و احفاد کو سید عالم ﷺ کے طفیل صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء کرام خصوصاً سیدنا شیخ
 عبدالقادر جیلانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے
 کی توفیق اور اس پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
 عَلَّمَ الْقُرْآنَ
 عَلَیْهِ سَلَامٌ

حوالے و حواشی

- (۱) بروایت والد ماجد، عمہ محترمہ مرحومہ، اور زبیدہ بیگم بنت کلثوم بیگم بنت سید علی احمد مرحوم۔
- (۲) ماہنامہ ”استقامت“ ڈائجسٹ (اولیاء نمبر) جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۱۳/کانپور، انڈیا۔
- (۳) بحوالہ شجرہ نسب فراہم شدہ ابن عم سید سراج رسول حیات وارثی ابن سید معراج رسول وارثی لکھنوی، ابن علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۴) ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ (اولیاء نمبر) جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۱۳۔
- (۵) (الف) سید قیصر وارثی، مقدمہ ”فیوض ہدایت“ (اردو ترجمہ لکھا الولد مصنفہ امام غزالی) مترجم مولانا ہدایت رسول لکھنوی، ص ۸، ۱۱، ۱۲، مطبوعہ ۱۹۸۹ لکھنؤ، بھارت۔
- (ب) بروایت والد ماجد علیہ الرحمۃ (ج) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، حاشیہ، ”مولانا نقی علی خان“ ص ۳۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی، جولائی ۱۹۹۵ء/۱۳۱۵ھ۔
- (۶) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، ”مولانا نقی علی خان“ حاشیہ ص ۳۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی جولائی ۱۹۹۵ء/۱۳۱۵ھ۔
- (۷) ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ (اولیاء نمبر) جنوری ۱۹۷۸ء ص ۱۱۳۔
- (۸) ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ (اولیاء نمبر) جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱۰۸، کانپور، انڈیا۔
- (۹) ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، امام احمد رضا اور علامہ ہدایت رسول، ”معارف رضا“ ۱۹۹۳ء ص ۱۹۰، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔
- (۱۰) (الف) مولانا حسنین رضا خاں ابن مولانا حسن رضا خاں بریلوی نے معقولات کی کچھ کتابیں راپور جا کر وہاں کے مشہور عالم حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب راپوری سے بھی پڑھی تھیں۔ بحوالہ سبطین رضا خاں، مولانا، مقدمہ ”سیرت اعلیٰ حضرت“ مصنفہ مولانا حسنین رضا خاں، ص ۱۵، مطبوعہ لاہور۔
- (ب) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، حاشیہ ”مولانا نقی علی بریلوی“ ص ۳۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی۔ جولائی ۱۹۹۵ء/۱۳۱۵ھ۔
- (۱۱) ایضاً۔
- (۱۲) محمد شہاب الدین قادری رضوی اختری، ”امام احمد رضا اور علماء راپور“ بحوالہ سالنامہ ”یادگار رضا“ ۱۹۹۳ء ص ۱۰۹، (حاشیہ) ناشر رضا اکیڈمی ممبئی، انڈیا۔
- (۱۳) مولانا امانت رسول قادری برکاتی، اپنے والد ماجد علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ

کے سب سے بڑا صاحبزادے تھے۔ بقیۃ السلف حضرت حسین احمد نوری میاں علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے نعت گو شاعر تھے عشقی تخلص فرماتے تھے۔ اپنے والد ماجد کی طرح ایک اچھے خطیب بھی تھے۔ اکثر ان کے ساتھ جلسوں میں بحیثیت مقرر شریک ہوتے تھے۔ تقسیم ہند سے قبل نظام دکن کی فوج میں خطیب کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ ممبئی اور گجرات (ہند) کے علاقوں میں انکا خاصہ اثر و سوخ تھا۔

(۱۴) مولانا شفاعت رسول قادری اپنے برادر اکبر مولانا امانت رسول قادری برکاتی کی طرح ایک اچھے عالم، زبردست خطیب تھے، یہ بھی اکثر اپنے والد ماجد کے ساتھ جلسوں میں ساتھ ہوتے اور اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے، ان کا وصال نو جوانی کے عالم میں اپنے والد گرامی کے وصال کے چند ماہ بعد ہوا، علامہ تقدس علی خاں علیہ الرحمہ کی زبانی روایت کے بموجب ان کی نماز جنازہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے پڑھائی اور راپور میں مدفون ہوئے۔

(۱۵) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ ج ۵ حصہ اول ص ۶۹، ج ۵، حصہ دوم، ص ۸۳۔

(۱۶) (الف) ماہنامہ استفاقت ڈائجسٹ (اولیاء نمبر) ۸۷ ص ۱۹۷، ۱۱۳/ کانپور، انڈیا۔

(ب) ”شیر بیشہ اہل سنت“ جامع منقول و معقول حضرت مولانا شاہ ہدایت رسول قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کی موجودہ نسل میں جو حضرات ان کے مسلک و مشن کے ابلاغ میں منہمک ہیں ان میں ہندوستان، لکھنؤ میں مولانا سید محمد حمایت رسول قیصر وارثی، ابن علامہ مولانا قاری حافظ سید عنایت رسول عرف شاہ ابوالنصر محمد عمر قادری وارثی علیہ الرحمہ، مدیر رسالہ ”ماہنامہ سنی لکھنؤ“ دینی، علمی و ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ دارالعلوم غوثیہ وارثیہ مچھلی محل لکھنؤ کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ آپ ایک بہت اچھے نعت گو شاعر بھی ہیں اور ہندوستان کے چوٹی کے نعت گو شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انکے علاوہ ان کے ابن عم سید محمد سراج رسول حیات وارثی (مرحوم) ابن محمد معراج رسول وارثی (مرحوم) بھی ہندوستان (یوپی) کے ایک مشہور غزل گو اور نعت گو شاعر تھے وہ آل انڈیا نعت اکیڈمی (لکھنؤ) کے جنرل سیکریٹری بھی رہے ہیں۔

لسان الحسن حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی علیہ الرحمہ سید قیصر وارثی اور سید حیات وارثی کے مجموعہ نعت ”آئینہ جمال“ کے تقریب میں ان کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”قیصر میاں میرے بزرگ، شفیق، عالم مشہور و معروف، جامع منقول و معقول، منبع

علوم و فروع والاصول حضرت مولانا شاہ ہدایت رسول قادری قدس سرہ العزیز کے پوتے اور اعز و اکرم و اطہر مولانا محمد عمر صاحب مدیر ”ماہنامہ سنی لکھنؤ“ کے فرزند ارجمند ہیں۔ فقیر نے مولانا مرحوم و مغفور کی صورت ہی نہیں بلکہ ان کے چار چار گھنٹہ پانچ پانچ گھنٹے کے بکثرت بیانات، عوام پر ان کے تاثرات سامعین کا اشکبار دلالہ زار ہو جانا مواظظ میں ضیاء القادری کے بعض اشعار پڑھنا، اس فقیر کی دعوت پر عرس قادری کی شرکت کے لئے بار بار آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں تشریف لانا، شفقت و عنایت کا آ خر عمر تک قائم رکھنا، تمام کے تمام واقعات سامنے آ گئے، بزرگ داد اور عالم و فاضل ادیب و خطیب باپ کا نوعمر نو نہال چمن شعرو ادب کا کیسا نو شگفتہ پھول ہوگا۔“

پاک و ہند میں فقیر جدا مجد کی اور کسی اولاد احفاد سے واقف نہیں جو کسی دینی اور مسلکی حوالے سے کوئی خدمت انجام دے رہی ہو، اگر کسی صاحب کے علم میں ہو یا وہ لوگ خود اس کتاب کا مطالعہ کریں تو اپنے کوائف احقر کو روانہ کر دیں۔ ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں شامل ہو جائے گا۔

پاکستان کی سر زمین پر اس فقیر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ۱۹۸۰ء سے اداہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر تحقیق و تدقیق کے سلسلہ میں معاونت کر رہا ہے، اس سلسلہ میں خود بھی متعدد مقالات اردو اور انگریزی میں سپرد قلم کر چکا ہے۔ سیرت النبی ﷺ، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اولیائے کرام کے حوالے سے بھی کئی مضامین تحریر کئے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں ادارہ کا نائب صدر مقرر کیا گیا پھر ۱۹۹۲ء میں صدر اور بانی ادارہ سید ریاست علی قادری مرحوم و مغفور کے وصال کے بعد ادارہ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دین کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کے اس مقدس فریضہ کی انجام دہی میں زندگی کی آخری سانس تک لگائے رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ فقیر کے ساتھ برادر اصغر عزیز یزی سید ریاست رسول قادری بھی ادارہ کی مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس حقیر پر تقصیر کو، ہماری آل اولاد اور حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تمام احفاد کو اپنے اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلتے رہنے کی توفیق اور استقامت عطا فرمائے (آمین)

مولانا حافظ شفقت رسول قادری نے منظر اسلام بریل، شریف میں تعلیم حاصل کی تھی (۱۷)

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ مولانا حشمت علی خاں

صاحب سے شرف بیعت اور اجازہ و خلافت حاصل تھی بعد میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ نے اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ (وجاہت)

حکیم حفاظت رسول قادری رضوی ~~ہوئے~~، حکمت و طبابت سے شغل فرماتے تھے قیام پاکستان کے بعد ممبئی سے کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی سے بیعت و خلافت حاصل تھی ۱۹۸۲ء میں کراچی میں انتقال فرمایا۔ (وجاہت)

(۱۸)

نام محمد عنایت رسول کنیت ابوالنصر محمد عمر وارثی۔ ہندوستان کے مشہور بزرگ ولی کامل حضرت وارث علی شاہ صاحب (دیوہ شریف) سے بیعت تھے بعد میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کے بھی طالب ہوئے اسلئے اپنے نام کے ساتھ ”قادری“ کا بھی اضافہ کیا۔ آپ حافظ قاری ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جید عالم، خوش بیان خطیب، باذوق شاعر اور صاحب طرز مصنف بھی تھے، لیکن آپ کی صرف چند تصانیف منصہ شہورد پر آسکیں مثلاً: حق باطل کی جنگ، عوتوں کا میلاد نامہ، آپ بہت اچھے نعت گو شاعر تھے، لیکن افسوس کہ آپ کا کوئی باقاعدہ دیوان زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکا، عمر تخلص کرتے تھے آپ کی نعتوں کے چند اشعار درج ذیل ہیں:-

(۱۹)

مبارک ہو شفیع روز محشر آنے والا ہے
پیلانے گا جو بھر بھر جام کو تر آنے والا ہے

قد موزوں سے جس کی سرو گلشن ہوں گے شرمندہ
عمر وہ رشک شمشاد و صنوبر آنے والا ہے

جبین پاک ابراہیم پر نور محمد ﷺ تھا
عمر جلتے وہ کیوں کر تار میں کب نور جلتا ہے

سراپا نور تھا وہ قد زیبا محمد ﷺ کا
کہ جس نے اک نظر دیکھا ہوا شیدا محمد ﷺ کا

کھنچا جب حسن میں بے مثل وہ نقشہ محمد ﷺ کا
نہ سایہ تک کیا اللہ نے پیدا محمد ﷺ کا

جو سرجائے تو جائے ، کچھ نہیں پروا مگر یارب
 نہ جائے سر سے مجھ دیوانے کے سودا محمد ﷺ کا

میدان صحافت کے بھی شہباز تھے ایک ماہنامہ ”سنی“ کے نام سے لکھنؤ سے نکالتے تھے جس کے
 وہ مدیر اعلیٰ تھے اس رسالے میں ہندوستان کے جید علماء کے علاوہ خود ان کے بھی مضامین شائع
 ہوئے تھے۔ کاش کہ ان کے لائق و فائق فرزند محترم برادر م سید قیصر وارثی صاحب اس کی پرانی
 فائلوں کو مرتب کریں تو حضرت مولانا محمد عمر وارثی اور دیگر علماء اہل سنت کے منتخب مضامین
 اور اخبار و آثار پر مبنی ایک ضخیم کتاب شائع ہو سکتی ہے جو غیر منقسم ہندوستان اور پھر بعد کے
 دور (۱۹۶۲ء تک) کے دینی سیاسی اور معاشرتی ماحول کے حوالے سے اہل علم و تحقیق کے لئے
 بڑی کارآمد اور اہم دستاوی ثابت ہوگی۔ (وجاہت)

(۲۰) مولانا حافظ شرافت رسول وارثی قادری رضوی، عم محترم مولانا حافظ محمد عمر وارثی قادری کے
 چھوٹے بھائی تھے، عالم و فاضل تھے، اپنے برادر اکبر کے صحبت یافتہ تھے۔ لکھنؤ سے ہندوستان
 کے صوبہ مدھیہ پردیش کے شہر رائے گڑھ منتقل ہو گئے تھے، وہاں آپ نے ایک مدرسہ غوثیہ
 وارثیہ قائم کیا اور آخر عمر تک اس کے مہتمم رہے۔ حضرت پیر سید وارث علی شاہ صاحب (دیوبہ
 شریف) کے نسبت سے وارثی کہلائے تھے، مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری
 رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی اس نسبت سے قادری
 رضوی بھی اپنے نام کے آگے لکھتے تھے، ۱۹۹۲ء میں ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ علامہ
 سید ہدایت رسول قادری برکاتی لکھنوی علیہ الرحمۃ کی زینہ اولاد میں آپ کا انتقال سب سے
 آخر میں ہوا، البتہ آپ کی صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی سیدہ نور جہاں بیگم (مہمبی
 والی) حیات تھیں جن کا انتقال ۱۹۹۵ء میں کراچی میں تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں ہوا، اس
 طرح اب حضرت علامہ لکھنوی علیہ الرحمۃ کی پہلی نسل کے تمام افراد اپنے خالق و مالک
 عزوجل کے حضور حاضر ہو چکے ہیں رحمہم اللہ علیہم رحمۃ واسعہ (وجاہت)

(۲۱) مولانا سید امیر حسن مرحوم بارہ بنکی کے کھاتے پیتے زمیندار تھے اور ہومیومیٹھ کے ایک اچھے
 ڈاکٹر بھی تھے۔ راقم کو یاد ہے کہ جب وہ بنارس میں مقیم ہوتے تو خاندان کے زیادہ تر افراد بیماری
 کی حالت میں انہی سے علاج معالجہ کراتے۔ ان کا وصال ۱۹۳۸ء میں بارہ بنکی میں ہوا اور وہیں
 دفن ہوئے۔

مولانا سید امیر حسن مرحوم کے ایک بڑے صاحبزادے اور ایک چھوٹے

صاحبزادے بارہ بنکی ہندوستان میں مقیم ہیں۔ ایک صاحبزادی دلی میں اور ایک امریکہ میں ہیں، جبکہ دو صاحبزادیوں کا انتقال ہو چکا ہے۔

(۲۲) ڈاکٹر خورشید علی خاں مرحوم مغفور انڈین رائل آرمی میڈیکل کور میں ملازم تھے اور پہلی جنگ عظیم میں محاذ جنگ پر کام کر چکے تھے۔ ان کا وصال ۱۹۳۹ء میں ہوا اور بنارس کے مشہور شاہی قبرستان فاطمان باغ میں آسودہ خاک ہوئے۔ ان دونوں حضرات (مولانا سید امیر حسن خاں اور ڈاکٹر خورشید علی خاں) کی بیویاں آپس میں سگی بہنیں بھی تھی، یہ والد ماجد کی منجھلی خالہ کی صاحبزادیاں تھیں، حسن صورت و سیرت اور تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھی۔ ڈاکٹر خورشید علی خاں مرحوم کی اہلیہ ان دونوں میں بڑی تھیں اور راقم کی جدہ محترمہ کی ہم عمر تھیں اور ان کی سہیلی بھی۔ ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ وہ رامپور میں ملاقات کے لئے آتی رہتی تھیں۔ آرمی کی ملازمت کے دوران ڈاکٹر خورشید علی خاں مرحوم کی تعیناتی کراچی میں، جہاں آج نیوی کا، پی۔ این۔ ایس۔ شفا ہسپتال ہے، بھی رہ چکی ہے۔ ان کے کراچی کے قیام کے دوران غالباً ۱۹۲۸/۲۹ء میں راقم کی جدہ محترمہ براہ کراچی حج و زیارت روضہ رسول مقبول ﷺ کے لئے تشریف لے گئی تھیں اور روانگی کے وقت اور واپسی پر بھی ڈاکٹر صاحب کی سرکاری قیام گاہ پر کچھ دن ٹھہری تھیں۔ (بروایت عمہ محترمہ حسینہ بیگم اور بزبانی بیگم ڈاکٹر خورشید علی قادری حامدی مرحوم) ڈاکٹر خورشید علی خاں مرحوم کی اولاد میں ان کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر فاروق علی خاں صاحب قادری حامدی بنارس میں مقیم ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں کراچی میں مقیم ہیں۔ دو صاحبزادے محمد راغب علی خاں اور محمد عارف خاں اور ایک صاحبزادی پاکستان میں انتقال کر چکے ہیں۔ یہ دونوں مرحوم صاحبزادگان مولانا ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے۔

ان دونوں بزرگوں کی بیویاں بھی حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ سے بیعت تھیں اولاد میں بعض حجۃ الاسلام سے اور بعض جیلانی میاں علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ ان بزرگوں کی اولاد سے کچھ افراد اپنے مذہب و مسلک سے وابستگی ختم کرتے جا رہے ہیں ڈاکٹر عبدالشکور خاں گورنمنٹ ہسپتال میں ملازم تھے۔ حجۃ الاسلام کے عاشق تھے ان کی محبت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام حجۃ الاسلام کے نام پر حامد رضا اور دوسرے چھوٹے صاحبزادے کا نام حجۃ الاسلام کے چچا کا نام پر محمد رضا خاں رکھا۔ ان کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سعید خاں صاحب مرحوم حجۃ الاسلام سے بیعت تھے۔ ڈاکٹر عبدالشکور صاحب کے صاحبزادوں میں تین صاحبزادگان اور دو صاحبزادیاں حیات ہیں اور کراچی میں مقیم

ہیں، دو صاحبزادگان انتقال فرما چکے ہیں۔ یہاں بھی یہی تکلیف دہ صورت حال نظر آتی ہے کہ ان کی اولاد سے اکثر کا تعلق مسلک و عقیدہ اہل سنت سے نہ صرف ختم ہوتا جا رہا ہے بلکہ ان میں وہل بیت یا لادینیت فروغ پارہی ہے۔

الھم یا مقلب القلوب قلب قلوبہم (آمین)

ڈاکٹر عبدالشکور صاحب مرحوم کی اہلیہ عائشہ بیگم کا انتقال نومبر ۱۹۹۸ء میں تقریباً ۹۵ سال کی عمر میں ہوا۔ مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت تھیں۔ مسلک پر سختی سے کار بند تھیں۔ پیر کی سچی عاشق تھیں، ان کا ذکر کر کے روتی تھیں۔ راقم اور اس کے گھرانے سے بہت محبت کرتی تھیں۔ جدا اجد کے بہت سے واقعات ان کو زبانی یاد تھے۔ ۱۹۰۵ء میں علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ نے نواب ڈھا کہ سلیم اللہ کی دعوت پر ڈھا کہ کا سفر کیا تھا تو آپ بھی اپنی والدہ کے ساتھ اس میں شریک تھیں۔

محترم منشی نعمت اللہ صدیقی قادری حامدی صاحب بنارس میونسپلٹی میں ملازم تھے۔ کلکتہ میں بھی کچھ دن ملازمت کی ہے، قیام پاکستان کے وقت بنارس ہی میں مقیم تھے۔ بعد میں اپنے منگلے صاحبزادے رفعت اللہ صدیقی قادری رضوی نوری کے ساتھ مشرقی پاکستان میں چٹا گاؤں اور پھر ڈھا کہ منتقل ہو گئے تھے۔ (۲۴)

۱۹۶۵ء میں ان کا وہیں انتقال ہوا۔ غالباً ان کے بقیہ صاحبزادگان حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے ابراہیم رضا جیلانی صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے جناب شفقت اللہ صدیقی صاحب مرحوم کا کراچی میں انتقال ہوا۔ یہ راقم سے چھوٹے بھائی نزاہت رسول قادری رضوی نوری کے خسر ہیں۔

منگلے صاحبزادے رفعت اللہ صدیقی قادری رضوی نوری صاحب امریکہ میں مقیم تھے ۱۹۹۸ء میں وہیں انتقال ہوا۔ مولانا سید امیر حسن مرحوم و مغفور کی تیسری صاحبزادی ان سے منسوب ہیں، سب سے چھوٹے صاحبزادے شرافت اللہ صدیقی صاحب کراچی میں قیام پذیر ہیں۔ وہ بھی جیلانی میاں علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں منشی نعمت اللہ قادری صاحب مرحوم و مغفور کے بھائی حشمت اللہ صدیقی مرحوم اور لیاقت اللہ صدیقی مرحوم وغیرہ ہم بھی حجۃ الاسلام سے بیعت تھے۔

حکیم سید احسن یوسف مرحوم و مغفور کا گیا (بہار) کے معزز اور خوشحال لوگوں میں شمار ہوتا تھا، حجۃ الاسلام سے ان کو بے پناہ لگاؤ تھا، گیا میر، مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کا قیام زیادہ تر آپ کی ہی کوشی پر ہوتا تھا، وہ ان کی مہمانداری کے لئے ہمہ وقت فرش راہ رہتے تھے۔ حجۃ الاسلام علیہ (۲۵)

الرحمة کا ایک عجیب و غریب واقعہ گیا کہ ہی اطراف میں پیش آیا اور اس کے شاہد اور راوی حکیم سید احسن یوسف مرحوم کے صاحبزادگان جناب عمیر یوسف، زبیر یوسف مرحوم اور جنید یوسف مرحوم ہیں۔ (اس روایت کے سامع حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ بھی ہیں) وہ یہ کہ گیا سے باہر دریا کے کنارے ایک چھوٹی سی کنیا میں ایک بزرگ رہتے تھے، ایک مرتبہ حجۃ الاسلام گیا تشریف لائے اور احسن یوسف صاحب سے فرمایا کہ جلدی سے کسی کار کا انتظام کرو مجھے جلدں فلاں گاؤں پہنچنا ہے، اس زمانے میں برسات کا موسم تھا اور دریا چڑھا ہوا تھا۔ رستہ بہت خطرناک تھا، لیکن حضرت کے اصرار پر سید احسن یوسف صاحب نے اپنے صاحبزادگان اختر یوسف، زبیر یوسف، جنید یوسف وغیرہ کے ساتھ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کو ایک جیپ میں اس جگہ بھیجا، جب حضرت وہاں بزرگ کی کنیا میں پہنچے تو علیک سلیک کے بعد انہوں نے فرمایا اچھا ہوا تم آگے میں تمہارا شدت سے انتظار کر رہا تھا، پھر آپس میں دونوں بزرگوں کی کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ ان کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئے انہوں نے دو تین بار حجۃ الاسلام کے دامن میں اپنے دامن کو جھٹکا پھر اٹھنے کا اشارہ کیا۔ واپسی پر سوائے سلام کے اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب نے بھی اس راز کو نہیں کھولا کہ یہ کیا معاملہ تھا، واپس آ کر فوراً سفر پر روانہ ہو گئے۔ دوسرے دن پتہ چلا کہ جن بزرگ نئے پاس حجۃ الاسلام تشریف لے گئے تھے وہ انتقال فرما گئے۔

جناب حکیم سید احسن یوسف مرحوم و مغفور کے اس وقت ایک صاحبزادے سید عمیر یوسف اور دو صاحبزادیاں بچہ اللہ حیات ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ وہ اور ان کی اولاد اپنے مسلک و عقیدہ پر سختی سے قائم ہیں۔ یہ تمام اولادیں کراچی میں مقیم ہیں۔

(۲۶)

منشی خواجہ امجد علی صاحب مرحوم مغفور چیف صاحب کہلاتے تھے۔ غالباً وہ ہندوؤں کے متبرک شہر بنارس کی بلدیہ کے پہلے مسلمان سپروائزر تھے۔ خوبصورت اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ چہرے پر سیاہ ڈاڑھی ان کی وجاہت میں مزید اضافہ کرتی تھی، اچھے گھوڑ سوار تھے، ان کے پاس سواری کے لئے دو خوبصورت گھوڑے تھے جن میں سے ایک پر وہ سوار ہو کے روزانہ صبح کی سیر اور بلدیہ بنارس کے کام کی نگرانی کے لئے گشت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ سواری کے لئے ایک بگھی اور ٹانگہ بھی تھا۔ تقسیم پاکستان (۱۹۴۷ء) سے قبل زہریلی دوا کھانے سے آپ کا انتقال ہوا۔ کہتے ہیں کہ آپ کو معمولی بخار آیا پھر اس نے ٹائی فائیڈ کی صورت اختیار کر لی۔ بلدیہ بنارس کے ایک متعصب غیر مسلم ڈاکٹر سے آپ کا علاج ہوتا رہا، وہ چونکہ آپ سے مذہبی تعصب رکھتا تھا اس لئے مقامی غیر مسلموں کی سازش کے تحت آپ کو دوا کی بجائے زہر کا

انجیکشن لگا دیا جس سے آپ کا سا جسم زرد پڑ گیا اور چند دن میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے جب بلدیہ بنارس میں پروانزری کی حیثیت سے کام سنبھالا تھا، مسلمانوں کے محلوں میں صحت عامہ اور صفائی ستھرائی کا نظام بہت بہتر ہو گیا تھا کیونکہ پہلے قصد اس سے غفلت برتی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے پسماندہ مسلم علاقوں کو دیگر مراعات مہیا کی تھیں۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں بڑے صاحبزادے جناب خواجہ شوکت علی اور چھوٹے خواجہ ظفر علی بالترتیب بنارس اور دہلی میں مقیم ہیں، صاحبزادیوں میں دو صاحبزادیاں ہندوستان میں مقیم ہیں، اور ایک صاحبزادی کا انتقال کراچی اور دوسری کا کھلنا (سابق مشرقی پاکستان) میں ہوا، دونوں صاحبزادگان حضرت جیلانی میاں (مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب) علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں الحمد للہ وہ خود اور ان کی اولاد مسلک حقہ اہل سنت پر سختی سے کار بند ہیں۔

بروایت والد ماجد۔

(۲۷)

حکیم مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی صاحب مبارکپور جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم سے فارغ تھے۔ اچھی استعداد کے عالم تھے۔ مفتی بھی تھے، حکیم بھی تھے، صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ مجاز بھی تھے، ان کا نعتیہ دیوان ”جام کوثر“ والد ماجد نے کراچی سے کتابت کروا کر ان کو راج شاہی بھجوایا تھا، جو راج شاہی سے شائع ہوا، حضرت بہزاد لکھنوی مرحوم نے راقم کی تحریک پر اس کا پیش لفظ تحریر کیا تھا اور والد نے اس پر مقدمہ لکھا تھا۔ مولانا کوثر امجدی ایک قادر الکلام شاعر تھے علم عروض سے اچھے طرح واقف تھے ان کے کلام میں سادگی و تاثیر نمایاں طور پر ملتی ہے کئی شاعران سے اصلاح لیا کرتے تھے راقم کے بھی نعتیہ شاعری میں استاد تھے۔ مشہور شاعر جناب منظر علی خاں منظر مرحوم جو حبیب بینک میں سینئر وائس پریزیڈنٹ تھے اپنے مجموعہ غزل ”کرب آگئی“ کے مقدمہ میں مولانا کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں ”مولانا موصوف نے ہمیشہ اشعار کی تقطیع میں میری رہنمائی کی ورنہ میرے بس میں علم العروض کبھی نہیں آیا۔ مولانا کا مجموعہ ”جام کوثر“ میرے سامنے راج شاہی سے شائع ہوا تھا اس کا پیش لفظ مشہور نعت گو حضرت بہزاد لکھنوی مرحوم نے لکھا تھا، مولانا کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ رنگین سے رنگین طرح دے ڈالیں مولانا اسی طرح پر نعت شریف ضرور کہیں گے کہ مولانا نے نعت شریف سے ہٹ کر کبھی اشعار نہیں کہے مولانا کی ذات گرامی کا اثر تھا کہ راج شاہی کے مشاعرے ہمیشہ نعت شریف سے شروع کئے جاتے (”کرب آگئی“ مطبوعہ مدد علی سرپرست ایڈورلڈ، اے، ۱۹۲، سندھ، مسلم سوسائٹی کراچی ۱۹۸۲ء)

ص ۲۹) انہوں نے غالباً ۱۹۵۸ء میں حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا تھا واپسی پر

انہوں نے ایک سفر نامہ بھی تحریر کیا تھا جو شائع ہوا تھا۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد راج شاہی سے کلکتہ ہجرت کر گئے۔ کچھ سال کلکتہ مقیم رہے پھر مبارکپور ضلع اعظم گڑھ منتقل ہو گئے اور جامع اشرفیہ دارالعلوم مصباح العلوم میں نائب مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۱ء میں جب فقیر حضرت مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان کے چالیسویں میں شرکت کے سلسلے میں ہندوستان گیا ہوا تھا تو کوثر امجدی صاحب سے کانپور میں استقامت کے دفتر میں ملاقات ہوئی تھی۔ غالباً ۱۹۸۶ء میں انتقال ہوا۔

(۲۹) جناب ابو محمد صاحب مرحوم مالک، ”اس۔ عبدالشکور تمباکو انڈیا کمپنی“ راج شاہی ۱۹۷۱ء کی جنگ کے دوران کراچی منتقل ہو گئے، یہاں بنارس ٹوبیکو کمپنی، کے نام سے کاروبار شروع کیا۔ ان کی برانڈ ”شہزادی پتی“ پاکستان میں بڑی مقبول ہوئی۔ اب ان کے بڑے صاحبزادے جناب جمشید اسلم خان صاحب یہ کاروبار سنبھالے ہوئے ہیں۔ بھگت مسک حقہ پر سختی سے قائم ہیں اور اہل سنت کے مدارس اور اداروں سے حتی المقدور تعاون کرتے ہیں۔ کار خیر میں بڑھ چڑھ مگر حصہ لیتے ہیں۔

(۳۰) مولانا فضل قدیر ندوی صاحب صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کے آخری دور کے تلامذہ سے ہیں، ایٹریڈی (سابق مشرقی پاکستان) کے اردو میڈیم اسکول، ناظم الدین اسکول، فارسی کے استاد تھے وہاں سے فراغت کے بعد ڈھاکہ یونیورسٹی میں لیکچرار ہو گئے تھے۔ آج کل کراچی میں حکیم محمد سعید صاحب کے مدینۃ الحکمت میں ریسرچ ڈائریکٹر ہیں۔ اسکول میں راقم کے اردو اور فارسی کے استاذ رہے ہیں اور راقم کے شعری ذوق اور تحریر و تقریر کی صلاحیت کو جلا دینے میں آپ کی تعلیم و تر بیت کا خاص حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر شریف میں برکت عطا فرمائے (آمین)، امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ کراچی میں آپ دو بار اپنا مقالہ پیش کر چکے ہیں۔ آج کل خزانہ عرفان اور کنز الایمان کی خصوصیات پر ایک مقالہ تحریر کر رہے ہیں۔

(۳۱) مرزا محمد ایوب ابن مرزا عبدالرؤف صاحب دلی کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر (ثانی) کی اولاد سے ہیں، ان کے جد امجد مرزا تہور علی نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے قتل کے جرم میں قید ہوئے، اپنے ایک دوست کی مدد سے ایک سرنگ کے ذریعہ فرار ہو کر بنارس چلے آئے اور پھر یہیں مولانا وزارت رسول قادری کے محلہ پتر کندہ میں مقیم ہوئے مرزا محمد ایوب کے والد ماجد مرزا عبدالرؤف صاحب، ہندوستان کے مشہور و معروف عالم علامہ عبدالحمید قادری پانی پتی ثم بناری سے بیعت تھے۔ بعد میں ان کی اجازت سے امام احمد رضا سے بیعت ارادت حاصل کی۔ علامہ عبدالحمید قادری پانی پتی علیہ الرحمہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ

کے ہم عصر تھے، اپنے زمانے کے جید علمائے اہل سنت میں ان کا شمار ہوتا تھا انکے اپنے مرشد پانی پت ہی میں مقیم تھے لیکن علامہ عبدالحمید قادری اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ساتھ غایت درجے کی عقیدت و محبت تھی۔ فتاویٰ انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ میں آپ کے استفتاء ملتے ہیں مثلاً جلد دوم ص ۵۰۸ پر آپ کا استفتاء ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ بنارس میں انہوں نے ایک دارالعلوم قائم کیا جس کا نام اپنے نام اور امام احمد رضا کی نسبت سے حمید یہ رضویہ رکھا، آپ کا مزار بنارس میں مرجع خلافت ہے آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرشید قادری دارالعلوم کے مہتمم اور جانشین ہوئے۔ مولانا عبدالرشید کا مکان بنارس میں محلہ پترکنڈہ میں راقم کے والد ماجد کے مکان کے بالکل متصل تھا۔ مولانا عبدالرشید نے بنارس سے اہل سنت کا ایک مذہبی ماہنامہ ”فلاح دارین“ کے نام سے جاری کیا تھا۔

(۳۲) مستفتی ج ۲ ص ۵۰۸۔ فتاویٰ رضویہ

(۳۳) مولانا عبدالسلام نعمانی صاحب اپنے والد ماجد مولانا ابراہیم نعمانی صاحب کے بعد بنارس کی مشہور مسجد گیارہ بنانی مسجد، کے امام و خطیب ہوئے، انہوں نے ”آثار بنارس“ کے نام سے بنارس کی ایک تاریخ بھی لکھی تھی، (بروایت مرزا محمد ایوب)

(۳۴) خلیل داس ہندوؤں کے بڑے زبردست چتر ویدی (چاروں ویر کے) عالم تھے، مولانا ابراہیم نعمانی خطیب گیارہ بنانی مسجد، کی تبلیغ سے اسلام کے مطالعہ کی طرف راغب ہوئے پھر انہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اسلامی نام خلیل داس رکھا گیا، اہل سنت کے پایہ کے مناظر اور خطیب تھے، عوام میں بابا خلیل داس کے نام سے مشہور تھے۔ ہندوؤں سے کھلے عام مناظر کرتے اور اسلام کے حقانیت کو اجاگر کرتے بد مذہبوں اور گستاخان رسول کا کھلا رد کرتے۔ (بروایت مرزا ایوب) لیکن تحریک پاکستان کے دوران کانگریز میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ کے خلاف ۱۹۴۶ء میں الیکشن لڑا اور ہار گئے اس دوران ان کے عقائد میں بھی تبدیلی آگئی تھی تفضیلی عقائد کی طرف رجحان ہو گیا تھا حتیٰ کہ اپنی تحریر و تقریر میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف سب و شتم کرنے لگے۔ پیری مریدی شروع کر دی اور جناداری پیر بن کر عورت مرد کے انحطاط خصوصاً نامحرموں کے بچوں میں رہنے لگے علماء اہل سنت نے ان کا سختی سے تعاقب کیا اور عوام اہل سنت نے مکمل مقاطعہ۔ (مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی کافقیر کے نام خط)

(۳۵) شفیع محمد قادری صاحب، اور ان کے والد ماجد غلام رسول مرحوم مغفور بھی حجۃ الاسلام سے بیعت ہیں بلکہ جناب غلام رسول صاحب مرحوم مغفور راجپوتانہ کے مریدین میں حضرت

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے خاص مقربین میں تھے اور حجۃ الاسلام نے خاص طور سے ان کو وصیت

کی تھی کہ ان کے انتقال کے بعد دارالعلوم منظر الاسلام اور ان کی اولاد کا خاص خیال رکھنا کہ اولادیں آپس میں متحد رہیں اور منظر اسلام کے اہتمام اور انتظام میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے۔

یادگار سلف استاذ العلماء جامع معقول و منقول حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خان بن الحاج سردار ولی خان بن مولانا ہادی علی خان بن مولانا رضا علی خان (جد امجد مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی) رجب ۱۳۲۵ھ اگست ۱۹۰۷ء میں بمقام آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی شریف (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ (۳۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز آپ کے والد محترم کے چچا زاد بھائی تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کے نانا تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان رحمہ اللہ علیہ آپ کے ماموں اور سر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمن بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ رامپور و دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف) اور ان کے صاحبزادے مولانا نور حسین سے حاصل کی، متوسط کتب درس نظامی برادرزادہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا حسین رضا خان قدس سرہ سے پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم حضرت مولانا رحمہ الہی، مولانا عبدالمنان (مردان) مولانا عبدالعزیز خان اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) سے حاصل کی اور تکمیل حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان (رحمہم اللہ علیہم) سے کی انہوں نے آپ کو درسیات کے علاوہ رد المحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔ ۱۳۲۵ھ میں آپ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے شرح جامی کا خطبہ پڑھا۔ یوں آپ اعلیٰ حضرت کے تلامذہ میں شامل ہوئے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے بالواسطہ شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے مدارس کے منتہی طلباء آپ سے شرہ جامی کا خطبہ پڑھتے تھے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ نے بھی آپ سے یہ خطبہ پڑھا چنانچہ اس تدریس کا شہرہ ہوا اور اس کا مادہ تدریس تقدس علی استخراج کیا گیا ۱۳۳۸ھ۔

آپ دوران تعلیم ہی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور آپ کی نگرانی میں مشہور علماء کی دستار بندی ہوئی جن میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ قابل ذکر ہیں۔ الہ آباد یونیورسٹی میں آپ نے علوم شریعہ کے امتحانات کا سلسلہ جاری کرایا، جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن اور الہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن رہے۔

فراغت کے فوراً بعد دارالعلوم بریلی شریف میں تدریس شروع کی اور بے شمار فضلاء کو فیض یاب کیا، حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے، اس طرح پچیس سال کا عرصہ بریلوی شریف میں درس و تدریس میں گزارنے کے بعد آپ ۱۳۱۷ھ میں کراچی (پاکستان) تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ جو ملیر سعود آباد کراچی میں ۸۰، گزر کے ایک معمولی مکان میں رہتے، وہ بھی قیام ملیر کینٹ کے دوران والد ماجد سے ملاقات کے لئے کئی بار تشریف لاتے۔ حضرت مولانا وقار الدین علیہ الرحمہ کی بھی برابر ملاقات رہتی تھی۔

(۳۷) حضرت مفتی مولانا محمد وقار الدین ابن حافظ حمید الدین رحمہما اللہ اپنے وقت کے نابغہ روزگار تھے، آپ کے آباؤ اجداد زمیندار تھے اور مشرقی پنجاب سے پبلی بھیت منتقل ہوئے تھے۔ آپ یکم جنوری ۱۹۱۵ء/۱۳/۱۳۳۳ھ میں پبلی بھیت (یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے اسکول کی ابتدائی تعلیم چوتھی جماعت تک آپ نے اپنے گاؤں میں حاصل کی پانچویں جماعت پڑھنے کیلئے اپنے بڑے بھائیوں کے ساتھ بریلی شریف کے ہائی اسکول میں داخلہ لیا اور انہی کے ساتھ اسکول کے ہوٹل میں قیام کیا، پانچویں جماعت میں اعلیٰ نمبروں سے ضلع بھر میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی دینی علم کے حصول کے خواہش پر آپ کے والد ماجد نے آپ کو ”آستانہ شیرینہ“ پبلی بھیت میں داخل کر دیا۔ یہاں آپ نے حضرت علامہ مولانا وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خاص شاگردوں، حضرت مولانا عبدالحق اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے زیر نگرانی چار سال تعلیم حاصل کی پھر آپ نے اساتذہ کرام کے مشورے پر بریلی شریف کے مشہور دارالعلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا یہاں آپ نے اس وقت کے جید اساتذہ سے تعلیم حاصل کی چند معروف اساتذہ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی مولانا امجد علی اعظمی، صاحب بہار شریعت،

(صدر مدرس)

☆ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب۔

☆ مولانا احسان الہی صاحب۔

☆ حضرت مولانا سردار ولی خان صاحب (برادر اکبر حضرت علامہ مفتی تقدس علی

خان صاحب جو اس وقت دارالعلوم منظر اسلام کی مہتمم تھے) رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

اس کے بعد کچھ عرصہ (۳ سال) مدرسہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں مزید

تعلیم حاصل کی، یہاں صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کچھ مدت صدر مدرس رہے۔ دور

حدیث میں حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا مصطفیٰ علی اور مولانا خلیل صاحب کے ہم سبق تھے۔ ۱۹۳۸ء میں دورہ حدیث مکمل کیا حضرت مولانا حکیم محمد امجدی علی علیہ الرحمۃ نے آپ کی دستار بندی کی اور سند فراغت عطا فرمائی ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۸ء تک آپ منظر اسلام بریلی شریف بحیثیت نائب صدر مدرسین اور ناظم تعلیمات کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے مشرقی پاکستان میں چٹاگانگ تشریف لائے یہاں کچھ روز تجارت میں مشغول رہے، بعد میں چٹاگانگ کے جوار میں ”سولہ شہر“ نامی گاؤں میں پیر طریقت حضرت سید احمد (ڈسٹرکٹ ہزارہ) کے حکم پر قائم شدہ دارالعلوم احمدیہ سنیہ میں بحیثیت ناظم تعلیمات آپ کا تقرر ہوا۔ آپ نے اس دارالعلوم میں دور رس اصلاحات کیں اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے نصاب کو جاری کیا، یہاں آپ کے ساتھ جید اساتذہ / علماء بنگال میں شیر بنگال حضرت علامہ عزیز الحق اور حضرت مولانا فرقان صاحب رحمہما اللہ بھی درس و تدریس اور انتظامی امور میں آپ کے معاون و صلاح کار رہے آپ نے طلباء کی تربیت اور ان کا تعلیمی معیار بلند کرنے کے ساتھ ساتھ مدرسین کی تعلیمی اور تدریسی اصلاح کا نظام رائج کیا جس کے بہت بہتر نتائج سامنے آئے، اور معیار تعلیم بلند سے بلند تر ہوا۔

۱۹۶۳ء کے لگ بھگ انتظامیہ سے اصولی اختلاف کی بناء پر آپ نے دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کر لی اور الحبیب نام سے ایک پریس قائم کر لیا جو ۱۹۷۱ء کے ملٹری آپریشن تک چلتا رہا۔ آپ نے اس دوران یہاں ایک دارالافتاء بھی قائم کر لیا اور پریس سے افتاء کے جوابات اور مسلک اہل سنت کی کتب کی اشاعت بھی جاری رہی۔

آپ کے مشرقی پاکستان کے قیام کے دوران مسلک اہل سنت کو کافی تقویت پہنچی۔ تبلیغ و اشاعت کا خاصا کام ہوا، بنگالی علماء و مشائخ میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوا، وہ منظم ہوئے سنی مدارس قائم ہوئے مغربی پاکستان کے علماء سے رابطے ہوئے سنی عقائد اور مسلک پر پاک و ہند کے علماء کی تحریر شدہ کتب بنگالی علماء کرام اور عوام اہل سنت تک پہنچنے لگیں جس سے ان کو

آگاہی ہوئی اور عوام کی اصلاح ہوئی۔ بعض کتب کا بنگالی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ہندوستان اور مغربی پاکستان کے علماء کرام سے رابطے ہوئے غزالی دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب اور علامہ عارف اللہ صدیقی صاحب علیہما الرحمۃ اور دیگر جید علماء وہاں عید میلاد النبی کے جلسوں میں مدعو کئے جانے لگے جس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے اور بد مذہبیت کا فسوں ٹوٹنے لگا۔ ۱۹۷۱ء میں جب وہاں ہنگامے اور بلوے شروع ہوئے اور آپ کا پریس بھی تباہ ہو گیا تو آپ ۲۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو مغربی پاکستان بذریعہ بحری جہاز ہجرت کر آئے۔ یہاں آ کر دارالعلوم امجدیہ سے

بحیثیت ناظم تعلیمات اور نائب شیخ الحدیث وابستہ ہو گئے اور مسند افتاء کی صدارت بھی آپ کے سپرد کر دی گئی۔ بحیثیت مفتی دارالعلوم آپ بہت جلد مرجع خلائق بن گئے۔ دارالعلوم امجدیہ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کا مرکزی دارالعلوم ہونے کی بناء پر اور پھر حضرت علامہ مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ کی مسند افتاء پر رونق افروز ہونے کی بناء پر جلد ہی دنیا بھر کے سنیوں کے استفسار کا مرجع بن گیا آپ کے اکثر فتاویٰ آپ کے تبحر علمی اور جزئیات و کلیات فقہ پر آپ کے عبور اور عہد حاضر کے مسائل سے گہری واقفیت کی دلیل ہیں۔ پرائز بانڈز کے جواز کا فتویٰ آپ کے فقاہت کا شاہ کار ہے۔ آپ کے مجموعہ فتاویٰ کی اب تک دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ علوم قرآن، علم حدیث، علم الکلام علم الفرائض، علم فقہ، علم معانی، علم ہندسہ، نحو، صرف، منطق، فلسفہ، حساب، توفیق تاریخ، ادب، اور علم فلکیات وغیرہ میں خاصی دسترس رکھتے تھے اسی بناء پر آپ بجا طور پر اہل سنت کے مفتی اعظم پاکستان تسلیم کئے جاتے تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کو عورت کی دیت کے معاملے میں مسکت جواب دیکر آپ ہی نے خاموش کیا۔

آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کمال کا حافظہ عطا فرمایا تھا آپ ایک باکمال مفتی کے ساتھ ساتھ باصلاحیت استاذ بھی تھے ساری عمر آپ کی درس و تدریس میں گزری لیکن اس کے باوجود آپ بے مطالعہ درس نہیں دیتے تھے۔ آپ وسیع المطالعہ اور وسیع الاطلاع تھے آخری عمر تک مطالعہ سے شغف جاری رہا آپ درویش صفت انسان تھے تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، سلسلہ قادریہ رضویہ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت تھے، لیکن خلافت و اجازت حضرت مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل تھی تو اضع و انکساری اور حق گوئی و بیساکہ ان کی شخصیت کی اہم خصوصیات تھیں۔

۱۹ ستمبر ۱۹۹۳ء / ۲۰ / بیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ کو مختصر علالت کے بعد آپ وصال فرما گئے اور دارالعلوم امجدیہ میں حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(۳۸) فقیر نے جب سے ہوش سنبھالا ان کو اپنے گھر میں دیکھا، راقم سے بڑی محبت تھی، اولاد کی طرح چاہتی تھیں۔ والد ماجد سے تقریباً ۸ سال عمر میں چھوٹی تھیں۔ بھائی بہن آپس میں بڑی محبت کرتے تھے۔ والد صاحب ان سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ ہر معاملہ میں ان کی ہمتی اور ہمتی سے والد صاحب کو شدید صدمہ ہوا، اس غم نے ان کو اپنی بیماری کو اور بڑھا دیا۔ ان کا

کھانا پینا چھوٹ گیا تھا۔ درمیان میں ایک مرتبہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پھوپھی صاحب کا سانس اکھڑنے لگا اور ڈاکٹروں نے کہا کہ اب یہ آخری وقت ہے دعا کریں۔ والد صاحب ہسپتال سے آ کر بہت روئے۔ آپ زم زم میں غسل شدہ کفن کا کپڑا جو اپنے لئے حج سے واپسی پر لائے تھے نکلوایا اور پھر دو رکعت نفل نماز پڑھ کر دعا کی اللہ تعالیٰ مجھے اس کی موت نہ دکھائے۔ نماز پڑھ کر جب دوبارہ ہسپتال گئے تو پتہ چلا کہ تنفس بالکل درست ہو گیا، اگرچہ کامل ہوش نہیں آیا۔ بہن کو بھی بھائی سے ویسی ہی محبت تھی پھوپھی جان مرحومہ و مغفورہ کی بھی یہی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے بھائی کی موت نہ دکھائے انہی حالات میں والد صاحب اپنا معائنہ کرانے جناح ہسپتال میں جایا کرتے تھے۔ بہر حال اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں کی دعا سن لی، نہ بھائی نے بہن کی موت کا غم دیکھا اور نہ بہن نے بھائی کی موت کا، اس لئے کہ پھوپھی صاحبہ والد ماجد کے ہسپتال جانے کے وقت سے لے کر تا وقت انتقال بے ہوش رہیں اور اسی عالم میں تقریباً ۲ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا اور اپنے بھائی کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ جس طرح زندگی بھر دونوں ایک ساتھ رہے، منزل قبر میں بھی ایک ساتھ ہیں اور انشاء اللہ حشر و جنت میں بھی اپنے پیر و مرشد اور پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہم کے دامن کرم کے سائے میں فرحان و شاداں ایک ساتھ قیام پذیر ہوں گے۔ ان شاء اللہ یہ راقم آثم، اس کے برادران، ہمارا سارا گھرانہ اور اولاد و احفاد بھی ساتھ ہوں گے۔

الھم تاویہما وتاوینا الی جوارہ الکریم مع الذین انعمت علیہم من
النبین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولنک رفیقاً۔
(آمین) بجاء سید المرسلین ﷺ۔



”تعارف جام کوثر“

(از: مولانا وزارت رسول قادری رضوی)



مصطفیٰ

حضرت الحاج مولانا غلام صاحب کوثر امجدی مدظلہ العالی ۱۹۲۲ء قصبہ رتھر ضلع
بلیا یوپی میں تولد ہوئے آپ کے والدین کے کوئی اولاد نرینیہ نہ تھی ان کی والدہ ماجدہ نے مالک
و مولیٰ تعالیٰ سے اولاد نرینیہ کی التجا کی کہ لڑکا عطا فرمائے تو اسے حبیب اکرم ﷺ کے دین
پاک کی خدمت کیلئے وقف کر دوں گی بارگاہ ایزوی میں ان کی دعا قبول ہوئی سوائے مولانا کے
اور کوئی دوسری اولاد نرینیہ نہ ہوئی۔

جب ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں پوری کر لیں تو مولانا کے والد ماجد جناب محمد فصیح
اللہ صاحب مدظلہ نے اپنی اہلیہ محترمہ مرحومہ مغفورہ نور اللہ مرقدہا کی ایفائے منت کیلئے حصول
علم دینیہ کے واسطے عظیم جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یوپی میں داخل کرادیا وہیں
درس نظامیہ کی تکمیل ۱۳۶۵ھ میں ہوئی اس کے بعد اپنے صوبہ میں فنون کی کتابیں حضرت
علامہ حافظ عبدالشکور صاحب مدظلہ سے پڑھیں۔ عربی ادب، حدیث مسلم شریف، و طحادی
شریف، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ماجد مدظلہ فاضل جامعہ ازہر (مصر) سے، مخاری شریف و
دیگر علوم حضرت الحاج علامہ شہ حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ مراد آبادی شیخ الحدیث جامعہ

اشرفیہ سے حاصل کئے۔ علم طب کی کتابیں حکیم صابر حسن خان صاحب اعظمی سے پڑھیں۔ انہیں فقیہ یگانہ، فرید زمانہ، حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت، استاد العلما حکیم ملت مولانا امجد علی صاحب قدس سرہ العزیز القوی سے شرف تلمذ و ارادت یگانگت بھی حاصل ہے اور یہی مولانا کوثر امجدی کے لئے سب سے بڑی نعمت و دولت داریں اور باعث نجات ہے اس پر طرہ امتیاز مولانا، نعتیہ اشعار کا مجموعہ ”جام کوثر“ بارگاہ رسالت میں پیش کر کے اپنے لئے جنت الفردوس کو خاص کر لیا۔

مولانا کی شاعری کی ابتدا زمانہ طالب علمی سے ہوئی پہلے وہ غزلوں اور سہروں کی دنیا بسائے ہوئے تھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعتیہ کلام ان کی نظروں میں جلوہ فگن ہوا تو مولانا کے دل کی دنیا عشق سرکار رسالت مآب ﷺ میں بدل گئی اور غزل گوئی سے توبہ ہی کر لی۔ فرماتے ہیں ”مجھے شعر و شاعری کا شوق زمانہ طالب علمی ہی سے ہوا پہلے غزلیں کہا کرتا تھا اور سہرے بھی، شروع شروع محمد اسماعیل صاحب ناظم سے اصلاح لیا کرتا تھا، ناظم صاحب کے استاد حضرت مہر گو الیاری جانشین داغ تھے۔ بعد میں مولانا شائق اعظمی کو اپنا کلام دکھاتا رہا اور اصلاح لیتا رہا۔ مولانا شائق اعظمی عربی فارسی میں بے تکلف اشعار کہا کرتے تھے، ضلع اعظم گڑھ کے اکثر شعراء ان کے شاگرد تھے۔ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مجدد مائتہ حاضرہ باکمال کے نعتیہ کلام پر نظر پڑی تو دل عشق سرکار ﷺ سے ایسا سرشار ہوا کہ غزل گوئی سے توبہ کر لی اور نعت شریف کہنے لگا“

مولانا زاہد خشک نہیں بلکہ انتہائی باغ و بہار طبیعت کے حامل ہیں اور مزاج فی الکلام کے قائل ہیں۔ جب گفتگو کرتے ہیں تو ایسی نرم شیریں و نازک کہ دہن سے پھول جھڑتے ہیں، ہنستا چہرہ، بات سے بات پیدا کرنے میں ملکہ رکھتے ہیں، الفاظ کی شگفتگی اور بے ساختگی ایسی کہ مخاطب اپنے کو بھول جاتا ہے، اپنے غم اور ذہنی الجھنوں سے نجات پا کر قلبی سکون حاصل کرتا ہے، بے تکلف اشعار کی زبان میں باتیں کرنا ان کا شعار ہے۔

مولانا کو ۱۹۵۹ء میں مدینہ منورہ مکہ معظمہ کی حاضری کا شرف نصیب ہوا تو وہاں کے مشاہیر علماء مشائخ اور اکابر محدثین سے علمی استفادہ کیا بخاری و موطا کی سندیں حاصل

کیں۔

مولانا کوثر کی ایک اور تصنیف سنہ نامہ حریمین طیبین ہے، یہ سجد مقبول ہے اور طر
تحریر اس دردِ محبت سے لکھی گئی کہ ایک بار شروع کی جائے تو بغیر ختم کئے چین نہیں آتا ہے
اس مجموعہ کی تعریف بڑے بڑے جلیل القدر علماء نے کی ہے خاص طور پر قابل ذکر حضرت
مولانا مفتی احمد یار خان صاحب جو خود بھی بیسوں کتابوں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں
صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمہ قرآن پر تفسیر کے مصنف ہیں اور حضرت علامہ شا
عارف اللہ صاحب مدظلہ العالی قابل ذکر ہیں ان لوگوں کی تعریف اور ستائش سے مولانا کوثر
امجدی کی بزرگی، علمی قابلیت اور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم دلی کی سچی محبت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے
زیر نظر ”جام کوثر“ مسلمانوں کے دلوں میں وجد و کیف پیدا کرنے کا پیش بہا خزانہ اور مالک و
مولیٰ تعالیٰ کا بہتر عظیم ہے۔ مولانا کوثر نے دین کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر دیا
ہے ان کے وعظ سے دلوں کو لطف سرور حاصل ہوتا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں
میں موجزن ہوتی ہے مدرسہ اشرف العلوم راجشاہی مشرقی پاکستان میں بچوں کو علم دین کی
تدریس فرما رہے ہیں ان کا خلوص ان کی محبت دلوں کو مسخر کرتی ہے۔

(مولانا کوثر کی دعاؤں کا طالب، وزارت رسول قادری رضوی)

فہرست اغلاط کنز الایمان

وحاشیہ خزان العرفان

(شائع شدہ تاج کمپنی بمطابق اول اشاعت)

مرتب: مولانا وزارت رسول قادری حامدی

نمبر شمار	صفحہ	سورہ	حاشیہ آیت	غلط	صحیح
۱	۸	البقرہ (۲)	حاشیہ ۳۳ بحوالہ آیت ۲۱	با وضو	بے وضو
۲	۸۳	ال عمران (۳)	حاشیہ ۱۰۶ بحوالہ آیت ۵۲	حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
۳	۱۳۰	النساء (۴)	آیت ۱۰۹	جھگڑے کا	جھگڑے گا
۴	۷۸	المائدہ (۵)	حاشیہ ۲۱۵ بحوالہ آیت ۸۹		یہاں صدقہ فطر کے نصاب کے متعلق صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے قول پونے دو سیرگیہوں کے مقابلہ میں مولانا وزارت رسول نے ایک نوٹ تحریر کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیق ۲ سیر ۳ چھٹانک ہے۔

نمبر شمار	صفحہ	سورہ	حاشیہ آیت	غلط	صحیح
۵	۲۲۱	الاعراف (۷)	حاشیہ ۳۰ خوالہ آیت ۲۲	حاجت پیش پیش نہ آئی تھی	حاجت پیش آئی تھی۔
۶	۲۲۶	ایضاً	حاشیہ ۸۱ خوالہ آیت ۴۶	یارب ہمیں ظالم کے ساتھ نہ کر	تو کہیں گے یارب ہمیں ظلم کے ساتھ نہ کر
۷	۲۵۴	ایضاً	حاشیہ ۳۷۹ خوالہ آیت ۱۹۴	اللہ کے مملوک مخلوق بندے کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں معبود کہتے ہو۔	اللہ کے مملوک و مخلوق کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں معبود کہتے ہو۔
۸	۲۷۹	التوبہ (۹)	حاشیہ ۸۲ خوالہ آیت ۳۶	اور زیادہ کیا گئی	اور زیادہ کی گئی
۹	ایضاً	ایضاً	حاشیہ ۸۸ خوالہ آیت ۳۸	جہاد میں جانا گراں معلوم ہو	جہاد میں جانا گراں معلوم ہوا۔
۱۰	۲۸۰	ایضاً	حاشیہ ۸۸ اور ۹۲	جہاں جہاں سید عالم کیلئے حضرت اور حضور کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں مولانا وزارت رسول نے ”صلی اللہ علیہ وسلم“ درود کا صیغہ تحریر کیا ہے۔	جہاں جہاں سید عالم کیلئے حضرت اور حضور کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں مولانا وزارت رسول نے ”صلی اللہ علیہ وسلم“ درود کا صیغہ تحریر کیا ہے۔
۱۱	۲۸۳	ایضاً	حاشیہ ۱۳۴	یار رسول اللہ کیجئے	یار رسول اللہ کیجئے نوٹ: مولانا وزارت رسول قادری نے سورہ توبہ آیت

نمبر شمار	صفحہ	سورہ	حاشیہ آیت	غلط	صحیح
					مہر ۵۹ کو لو انہم رضوا الخ کے حاشیہ پر یہ نوٹ دیا ہے کہ اس آیت کا ورد برائے برکت رزق مجرب ہے، روزانہ ۴۱ بار اول آخر درود شریف، وظیفہ جمعرات سے شروع کرے۔
۱۲	۲۹۲	التوبہ (۹)	حاشیہ ۲۱۳	اور ان پر ملامت و عتاب نہ کرو۔	اور ان پر ملامت و عتاب نہ کرو۔
			بحوالہ آیت ۹۵		
۱۳	۲۹۹	ایضاً	آیت ۱۲۲	ان کو کے ایمان	ان کے ایمان
۱۴	۳۱۰	یونس (۱۰)	رکوع ۵	وقف النبی کے آگے صلعم لکھا ہے	وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے صلعم لکھا ہے
۱۵	۳۲۲	ہود (۱۱)	آیت ۲۲	ایک اندھا اور بہر	ایک اندھا اور بہر۔
۱۶	ایضاً	ایضاً	حاشیہ ۵۴	اس امت میں بھی بہت سے بد نصیب	اس امت میں بھی بہت سے بد نصیب
			بحوالہ آیت ۲۷		
				سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریت کا انکار کرتے فاسد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ور قرآن و حدیث انہیں گمراہی سے بچانے کے منکر ہیں۔	سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریت کا انکار کرتے فاسد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ور قرآن و حدیث انہیں گمراہی سے بچانے کے منکر ہیں۔
۱۷	۳۴۰	یوسف (۱۲)	حاشیہ ۱، بحوالہ سورہ	ایک ہزار چھ سو کلے	ایک ہزار چھ سو (۱۶۰۰) کلے
۱۸	۳۴۲	ایضاً	حاشیہ ۳۴ آیت ۱۵	جا جتمند بنا کر	جا جتمند بنا کر
۱۹	۳۵۴	ایضاً	حاشیہ ۱۸۸ آیت ۸	کجاوہ ان کے پیالہ میں نکلا	پیالہ ان کے کجاوے میں نکلا۔ میں نکلا

نمبر شمار	صفحہ	سورہ	حاشیہ آیت	غلط	صحیح
۲۰	۳۵۷	ایضاً	حاشیہ ۲۱۳	عملمکین گیا تھا	عملمکین کیا تھا۔
۲۱	۳۵۷	ایضاً	آیت ۹۶	تو میرا کام بنانے والا	تو میرا کام بنانا ہے دنیا اور
۲۲	۳۶۶	الرعد (۱۲)	حاشیہ ۸۳ آیت ۳۱	ہے آخرت میں	آخرت میں۔
۲۳	۳۷۷	ابراہیم (۱۲)	حاشیہ ۱۱۶ آیت ۲۸	کہ آپ ہماری	کہ ہم آپ کی نبوت مانیں۔
۲۴	۳۹۱	النحل (۱۶)	آیت ۳۱	نبوت مانیں	وہ قول ہیں۔
۲۵	۴۱۷	بنی اسرائیل (۱۷)	حاشیہ ۱۱۶ آیت ۲۸	وہ قول ہیں	چھالھر پر بیزگاروں کا۔
۲۶	ایضاً	ایضاً	حاشیہ ۱۱۶ آیت ۲۸	اچھا لھر	پر بیزگاروں گا۔
۲۷	۴۲۷	لکھنؤ (۱۸)	حاشیہ ۱۱۶ آیت ۲۸	پر بیزگاروں گا۔	جب مقرب لوگوں
۲۸	۴۳۹	ایضاً	حاشیہ ۱۱۶ آیت ۲۸	جب بتوں کو خدا مانتے ہو۔	کو خدا مانتے ہو۔
۲۹	۴۶۲	طہ (۲۰)	حاشیہ ۱۱۹ آیت ۵۷	وسیلہ بنانا جائز نہیں	وسیلہ بنانا جائز ہے۔
۳۰	ایضاً	ایضاً	حاشیہ ۱۱۵ آیت ۱۰	اپنا ایمان ظاہر کر	اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتا
۳۱	۴۶۵	ایضاً	حاشیہ ۱۱۵ آیت ۱۰	سکتا تھا۔	تھا۔
۳۲	۴۷۶	الانبیاء (۲۱)	حاشیہ ۱۹۰ آیت ۸۷	قیامت میں	قیامت میں۔
۳۳	۴۷۶	ایضاً	آیت ۱۰۶	توزن کو	توزمین کو
۳۴	۴۷۶	ایضاً	حاشیہ ۱۶۸ آیت ۱۱۱	سرکشی میں نہ رہیگی	سرکشی نہ رہیگی
۳۵	۴۷۶	ایضاً	حاشیہ ۲۱۲ آیت ۱۳۵	انتظار کر رہے ہیں	انتظار کر رہے ہو
۳۶	۴۷۶	ایضاً	حاشیہ ۱۳۲ آیت ۸۳	جسم شریک میں	جسم شریف میں
۳۷	۴۷۶	ایضاً	آیت ۸۳	دعاس کی	دعاس لی
۳۸	۴۷۷	ایضاً	آیت ۸۵	تو سب سے بہتر لو رولت	تو سب سے بہتر وارث۔
۳۹	۵۰۲	المؤمنون (۲۱)	آیت ۷۴	کے اختتام پر "الربع"	نہیں لکھا ہے حاشیہ پر "الربع" ہونا چاہیے

نمبر شمار	صفحہ	سورہ	حاشیہ آیت	لفظ	تفسیر
۳۶	۵۳۶	اشعرا (۲۱)	حاشیہ ۹۲ آیت ۸۹	سوا سن کے	سوا تین کے
۳۷	۵۳۸	ایضا	آیت ۱۱۸	مجھے ار میرے	مجھے اور میرے
۳۸	۵۵۱	نمل (۱۰)	حاشیہ ۷۸ آیت ۴۶	عافیت و رحمت	عافیت و رحمت
۳۹	۵۵۹	لقصص (۲۸)	حاشیہ ۲۸ آیت ۱۲	آپ نے منہ میں	آپ نے منہ میں۔
۴۰	۵۷۵	العنکبوت (۲۹)	حاشیہ ۲۰ آیت ۱۰	کفر اختیار کر دیتے	کفر اختیار کر لیتے۔
۴۱	۵۷۷	ایضا	آیت ۲۵	جس سے	جن سے۔
۴۲	۶۰۳	السجد (۲۲)	حاشیہ ۲۹ آیت ۱۴	ایمان لائے تھے	ایمان نہ لائے تھے۔
۴۳	۶۰۵	الاحزاب (۳)	حاشیہ ۳ آیت ۱	اس میں خطاب تو	اس میں خطاب تو سید عالم ﷺ کے ساتھ ہے اور مقصود ہے آپ کی امت سے فرمانا کہ جب نبی مکرّم ﷺ نے امان دی۔
۴۴	۶۰۷	ایضا	آیت ۱۰	اور تم پر طرح طرح	اور تم اللہ پر طرح طرح کے
۴۵	۶۰۹	ایضا	حاشیہ ۵۹ آیت ۲۲	وعدے ہیں سب	وعدے ہیں سب سچے
۴۶	۶۱۵	ایضا	حاشیہ ۱۲۱ آیت ۵۰	وقت نزول آیت	وقت نزول آیت حضور ﷺ
۴۷	۶۱۸	الاحزاب (۳)	آیت ۶۰	مگر مگر تھوڑے دن	مگر تھوڑے دن
۴۸	۶۲۲	سبا (۲۴)	حاشیہ ۳۳ آیت ۱۳	ایک لگن ہزار	ایک لگن میں ہزار
۴۹	ایضا	ایضا	حاشیہ ۲۷ آیت ۱۲	ایک مہینہ کی	ایک مہینہ کا
۵۰	۶۲۴	ایضا	آیت ۲۶	ہم میں	پھر ہم میں

نمبر شمار	صفحہ	سورہ	حاشیہ آیت	غلاظ	تفسیر
۵۱	ایضاً	ایضاً	آیت ۲۲	اور وہ ذرہ بھر کے	اور وہ ذرہ بھر کے
۵۲	۶۲۶	ایضاً	آیت ۳۶	رزق وسیع وسیع	رزق وسیع وسیع
۵۳	۶۳۴	فاطر (۲۵)	آیت ۳۱	بیشک اپنے بندوں سے	بیشک اپنے بندوں سے
۵۴	۶۳۵	ایضاً	آیت ۳۴	اللہ حمد	اللہ کی حمد
۵۵	۶۳۹	یسین (۲۰)	حاشیہ ۱۲ آیت ۱۲	امور غیر	امور خیر
۵۶	۶۴۵	الصف (۲)	حاشیہ ۲ آیت ۱	نمازیوں	نمازیوں
۵۷	ایضاً	ایضاً	آیت ۲	جلالیں	چلائیں
۵۸	۶۵۱	ایضاً	آیت ۱۰۵	خوب	خواب
۵۹	۶۸۴	المؤمن (۲۰)	آیت ۵۵	اپنے کے گناہوں کی	اپنیوں کے گناہوں کی
۶۰	۶۹۷	حم سجدہ (۲۵)	آیت ۴۰	قائم ہوگی	قائم نہ ہوگی
۶۱	۷۱۷	الدخان (۲۴)	آیت ۸	تمہارا رب	تمہارا رب
۶۲	۷۱۸	ایضاً	حاشیہ ۱۴ آیت ۱۵	لوٹ لوٹو گے	لوٹو گے
۶۳	ایضاً	ایضاً	حاشیہ ۱۳ آیت ۱۴	جناب	جنات
۶۴	۷۳۵	الفتح (۲۰)	آیت ۲	تمہاری نعمتیں	اپنی نعمتیں
۶۵	۷۴۹	ق (۵۰)	آیت ۷	زونق جوڑا	بارونق جوڑا
۶۶	۷۵۱	ق (۵۰)	آیت ۳۱	جائی جائیگی پرہیزگاروں کے	جائی جائیگی جنت پرہیزگاروں کے
۶۷	۷۷۹	الحديد (۱۰)	حاشیہ ۳۴ آیت ۱۳	زر طلب کرو	نور طلب کرو
۶۸	۷۸۰	ایضاً	حاشیہ ۴۵ آیت ۱۴	آئیں گے	آگئے
۶۹	۷۹۲	الحشر (۲۰)	آیت ۹	حاشیہ پر الربیع نہیں لکھا الربیع	
۷۰	ایضاً	ایضاً	آیت ۱۰	ایضاً	ایضاً
۷۱	۸۴۳	الدھر (۱)	آیت ۷	اپنی نصیبیں	اپنی منتیں
۷۲	۸۷۸	الکوثر (۱۰۸)	آیت ۳	خبر سے محروم ہے	خبر سے محروم ہے۔
۷۳	۸۷۹	الفلق (۱۱۴)	حاشیہ ۱	کیدہ کرہیں لی تمہیں	کیدہ کرہیں لگی تمہیں

نوادرات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِلَى الْأَبَدِ يَا حَقُّ فَإِنَّهُ

این اسم یا حمید الفعال الخ چهل دیکید بخواند و سایر اسم جلالی هم همین قدر قراة کند مگر بجا ر لفظ سلطنته - یقیناً بخواند **یا حمید الفعال** ذَا الْمُنِّ عَلَى جَمِيعِ خَلْقِهِ بِلُطْفِهِ يَا حَمِيدُ يَا عَمِيكَ يَا عِنْدَ كُلِّ كَسْرِيَةٍ وَحُبِّي عِنْدَ كُلِّ دَعْوَةٍ وَمَعَادِي عِنْدَ كُلِّ سِدَّةٍ وَتَوَلَّيْتَنِي عِنْدَ كُلِّ وَحْشَةٍ وَرَجَائِي حِينَ تَقْطَعُ حَبْلِي يَا عَمِي يَا

رباعی دو اکن در دندم یا علی ابر ابطال در اکن مستمند یا علی ابن ابطال

سرا یا ما صبر کس دست این عافز بگیرد و بتو زیاد مندم یا علی ابن ابطال

یا علی نَادٍ عَلِيًّا مَطْرًا الْعَجَائِبُ وَتَحْدَةً عَوْنًا لَكَ فِي الْوَأَسْرِ كُلِّ هَمٍّ وَوَعْدٍ سَبْعَلِي رَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ يَا لَيْتَكَ يَا عَلِيَّ يَا عَلِيَّ

رباعی یارب در خلق نکیه گاهم کنی و محتاج گدا و بادشاهم کنی -

این مورد سپید کردی ز کرم از با سو سپید و سپاهم کنی -

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُودِ وَالْكَرَمِ وَالْإِلَهِ وَسَلِّمْ

ختم شده اختتام صدی بهی

چهل و یک روز معکف شود و الوام بندد و جان نادر خسته پوشد و با کسی مخاطب نشود و یک مرد خادم در سزگار مقرر کند بر اثر آداب و خورش آرد و از مکان اعلا ف بیرون نیاید نه ای انجا رود و شکل زمان ابته نه بنزد روزانه صباح غسل با کن بجاء آرد و با سوره فای و آیه اکرشی و هر چهار قل گذرودها کرده پیرواوت لبلم رو شنید و اگر برای صبح بیرون از صهار شود باز صهار تازه کند و در غذا از جلد حیوانات و آنچه از حیوان نه با آید مثل گوشت و شیر و جوارت و روغن گاو و غیره و تشک و شمشاد

و بنیفته و مانعی و اشپا بر بروشل سپردن پاز غلام و صلوات و منبار خوردن و کسبانی
 و غیر ذلک بر نیز لازم دانند و سر روز نماز عابجا استقام و خستام نکند و ده بار
 بعد از نماز یا هر وقت که بخواهد بگوید یا علی کریم از آنجا و جسم تلاوت کند - که در صبح
 صدقهها بگذرد و در شب که بخواهد بخوابد و در روز نماز این دعا مع استقام و خستام
 خواننده باشد یکبار که نماز شب و یکبار که نماز عصر از فقر از فقر غنا قادی است با نگاه
 لایقوی و فاروقی و غنی است و فقر است و غنی است و فقر است و غنی است
 اجازت است و بار التوفیق - فقر صرف عفو عن و شکر است و غنی است
 بودیم خستام

عزیز کرم سلمہ۔ سلمہ بن سنان بن سنان۔
 محبت نامہ دوسری موبکر کاشف حالات سوا۔ لوید نامہ
 حضرت علیؑ بہر مسرت ہوا کہ عزیز کرم عبد اللہ بن علیؑ
 صاحب سلمہ کو بھائی کو بھائی جلیل رب کریم نے دولت
 فرزند سے نوازا۔ فقیر نے دلی دعا ہے کہ خدا پروردگار
 دین تو مولود کو بطن خاتم کون دیکھان سلمہ عالم صہابہ کی
 دعا علیہ وسلم خادم دین و مسلمان کرے اور والدین
 کھے گا تو زلف دراکت ہاں رہے ہیں۔ فقیر نے طرف
 مائیکر ماہ عزیزہ سلمہ کو بہت بہت مبارکباد کی ہے۔ کفر
 سب لوگ اس خوشخبری سے مسرور ہیں اور عزیز
 کو خدی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ فرزند عزیز اللہ
 میان سلمہ بہت خوش ہیں اور مولود سعید کیلئے یہ تعویذات
 دین کرتے ہیں انہو کو کہ گھلے میں بوم عامہ کرے کہ
 اپنی ہیں کو سلمہ کہتے ہیں اور مبارکباد پیش کرتے ہیں۔
 لکت پور کیلئے فقیر کو اپنے تمام برادر کرم منزل
 کرنے کرے کسی شکامات ہے لوگ فقیر کو بھی
 ہر دینے شکر فقیر نے اس سفر کو ترجیح دے سہا
 جز۔ بار آئندہ عہدت باقی۔ مولیٰ کرم عزیز کو جو
 سے کہ اور شفا کے عامہ کا ملے کہتے۔ والد دعا
 فقیر رضوی غفرلہ

(مکتوب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ بنام مولانا وزارت رسول قادری علیہ الرحمہ)
 اس خط میں نو مسلم (بنگالی) عبد اللہ ہادی مرحوم کے فرزند تولد ہونے پر مبارکباد پیش کی ہے
 اور نو مولود کیلئے ایک تعویذ بھی بھیجا ہے یہ خط انہوں نے کسی اور سے تحریر کروایا ہے)



باسمہ سبحانہ

عزیزہ حفیظہ دامت عصمتہا

بعد دعا سلامتی جان و ایمان و برکت دارین و دولت کونین سرست نام ملا با مٹ انکشاف حالات ہوا
 مرزا انجمن کے تقدات ہیں کامیابی کی خبر فرحت اثر لہجے اور دلور ملی تھی جبکہ میں راجہ جوانہ کے لفظ میں تھا
 میں اور ہیں مبارکباد کا دعانا میں سے تحریر کر دیا تھا۔ اور اپنا اظہار سرت اور زہد مبارکباد اب تحریر کرتا ہوں۔
 فقیرک دل سے دعا کہ مولیٰ تعالیٰ اور ہیں چشم زخم اعدا سے محفوظ رکھے اور اولیٰ ہمیشہ عزیزہ فقیر کی دختر ہر وقت کو
 صحت و نیت عطا فرمائے۔ میں نے جب سے خبر پائی کہ وہ کھڑے ہیں جو کہیں فکر خاخن بدلے۔ یہ کار است بدایا کہ دل و نیا
 جلد شفاء ملتا رہے۔ میں یہاں بہت مدیم الفرمیت ہوں لیکر دن دن کے کام چھوڑتے ہیں۔ تو خائفان سرت
 جارے۔ کتب و نیس کی اشاعت کا کام ہو رہا۔ میرے بھائیوں و بیٹا جنے دفع کا میں متول ہوں اور لکھنؤ ضرور کام
 سے بہ ہیں۔ میرے خستار کام کی خواہش ہے کہ میں بذات خود اس طرف توجہ کروں دارالافتاء کا نام اس گزرائی کہ میں سرت
 دارالعلوم نظر اسلام کے انتہاء کا وقت ہے اس میں بھی میری اش بندرت ہے۔ میرے بھائیوں ہمیشہ کے شوہر کا انتقال حال میں ہوا
 اور نیا کام و بیات کا کام اور اسکا انتظام کرنا اور اسکا نام داخل خارج کرنا بھی ضروری ہے۔ ان اش ضرورتوں کو بہت لمحے اس
 بھول لکھ رہا ہوں کہ اس مجموعہ کار اور کثرت افکار کے باعث آستانہ عالیہ جموں فرمایا ایک اسر دشوار تھا۔ مگر عزیزہ فقیر
 کی نیت نے مجھے زیادہ پریشانی نہ ہوئی۔ اور ہاں ہمارے اجداد کے والدین کو ہمہ نام طلبہ کی تحریکات میں
 کہ میں اور اس قدر سکون لہذا میں نے یہ کہہ دیا کہ میں نیت پور (جہاں) اور جہاں لگا لگا چکا ہے۔ تو میری اسد آثار یافت
 ہو گیا ہے۔ اور یہاں فوراً اسکا نام لکھا گیا ہے جو میرے ہمراہ رکاب ہوں میں منتظر جواب و پاس کتاب ہوں۔
~~.....~~
~~.....~~
 میں راضی ہوں کہ میں کی ملازمت پیچھے سی۔ آئی۔ ڈن۔ کے ڈیٹی سپرنٹنڈنٹ ناصر خان سلمہ کو سفارش خط لکھ کر
 انیسویں کہ وہ میری اجاب برسر کار نہ ہوا۔ میں عزیزہ ڈاکٹر محمد سعید سلمہ کیلئے دعا کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ اور کافح ناصر سے۔
 میرے عزیزان طرفت کو دعا و سلام و ابرو اور

گوارا دعا گو فقیر حامد رضا قادری رضوی برہوی
 گوارا دعا گو استاد امیر رضوی برہوی

(مکتوب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ، بنام سیکرٹری بنام مولانا علامہ سیدہ ایت رسول قادری)

یہ دعا نامہ مولود وزارت رسول علیہ السلام کے گھر میں لکھا دے۔

۹۲

بمطالعہ عزیز محترم جناب مولود وزارت رسول علیہ السلام مولود کا
کعبہ سلام سوننا و دعا خلوص شہوان اجم عزیزم محمد داد خا سلمہ کے خط سے
معلوم ہوا کہ تمہارے لکھتے جگر نوبہ نے دماغ فریق دیا فقیر تو اس وقت
میرے ہوا مولود عزوجل عین اور اوکی والدہ اور اوکی داد کا اور
اوکی چھوٹے سب کو توفیق اجر و صبر عطا فرما اور نعم البدل عطا کر اور اور
دل کا پھل پونے اور صوبے کا بہت صدہ ہونا ہے مگر صبر و شکر
کرنے پائے کہ وہ تمہارے اپنے پیش قسمہ شفاعت اوکی مرضی پر راضی
رہنا چاہئے کہ تم نے اوکی امانت کو بہتر حالت میں سپرد خدا کیا اور
وہ تمہاری گودوں سے بہتر گودوں میں کھلے رہے اور ابدی راجتوں
اور صنت کی نعمتوں سے سرفراز ہے تمہیں اس پر دلگدیر سونانہ چاہئے
جنس فریج سے اجر کا کھوے جاتا رہتا ہے اور زردہ تکلف پاتا ہے
ہرگز یہ مہربی نہ کرنا چاہئے دنیا فانی اور بہر شہ پمان کی زانی جانی ہے
مولود باقی باقی فانی ہے یہ ہوں تو دودن بہار جان فرزند کھلا گئے ہے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو سن کھلے مرد آئے ہے
والد دعا - مراد یہ دعا نامہ سکھو سنا دو۔
اور تلقین صبر کر دو۔ مراد یہ عزیز ان طریقہ کو
سکھو دو۔

(وجاہت رسول قادری کے ایک نومولود بھائی کے انتقال پر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمۃ کا تعزیت نامہ)

مرکز مہرج - جناب برقی وزارت ہولنگ سارہ

تبعہ سلام سنون اپکا مبلغ دس روپیہ کا منی ادراج وصول ہو اسوی
شمارہ زیادہ رکے اور فیوض برکات وسیع اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مستفیض فرمائے -

بانی جو بگڈانے سے واپس چوٹ لگی مونی انانی جدید صحت عافیت
علا فرمائے اپنی سرفیٰ خیر شکر سبت سبت ہوتی مونی انانی شریفی ہوتی

سبارک فرمائے اپنے گھر میں بچوں کو اور اپنی بہن عزیزہ سلیمانہ
دعا ہے اور اپنی والدہ محترمہ و ماموں صاحبہ کو سلام و دعا

فرمائے مرزا اچھو صاحبہ کی ہمیشہ صحت و عافیت
اور کہیں بہن اور انکی خیریت سے بھی مطلع فرمائے

اگر یہاں بھی تو سیری دعا ہے اور انکی والدہ اور مرزا اچھو صاحبہ

کو صغیر کا ہمدرد فرمائے - والد دعا

کا کہ بقرہ و امیر برقیہ

الفقر محمد حامد رضا النقاد علی اللہ تعالیٰ
زید سجادہ الشانہ عالیہ لیسویہ سو دارالحدیث

رائع نعمانی

(مکتوب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بقلم مولانا حامد رضا (نعمانی میاں) بنام مولانا وزارت رسول قادری)



CARD



جواب کوئی نہیں ہو سکتا۔

پرنسپل صاحب سائنس

Banarad city

اپنی طرف سے جواب دینا چاہتا ہوں۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔
میں نے اس کا جواب دیا ہے۔

۷۸۶

عزیز کرم در دسترس دل ما کلم
رسیده است در همه این روزها ما
در این روزها در این روزها
با تشریح این بیچاره و در
در این روزها در این روزها
سختی که در این روزها
در این روزها در این روزها

(مکتوب حضرت مفتی اعظم علامه مولانا مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ، بنام وجاہت رسول نوری رضوی قادری)

درۃ تاج العظمت والجلال غرۃ ناصیۃ

الفضل والکمال داماً قبالة وعمر نواله
سدم سنون نقیر فرین زینت اول
بساطت کما ثبت شرف آندوز نیاز پرتا،

آنها را خاک را بنظر کمییا کنند آیا بود که اگر شمس شمسین بمانند
عده کوشا امیری مرعمره و عز نوره نے آیکا مکتوب سکره
بهم تک پور شایا جزا کما در شیر البراد صمیمه مبارک
میر کتاب کشف الظنون نیله رهم اقل ردان
خطم باب بنا بنامه کما ننگمان مباد ملت فتا
کودت کبریم میرنا طرف سے سدم در عا رسول باز
فتو خط صدارت

محمد عزیز دمد عفر لرو اولی

۱۳۸۵
مکتوب بنام مولانا محمد سید وزارت رسول قادری، مکتوب الیه، مولانا عزیز اللہ نعیمی بلیاوی



(مکتوب بنام مولانا محمد سید وزارت رسول قادری، مکتوب الیه، مولانا عزیز اللہ نعیمی بلیاوی)

نوٹ: خط میں "مجاہد ملت" سے مراد علامہ سید محمد ایت رسول ہیں

ضرورتاً جاری رکھیں۔ عظیم مہم کو لڑا جائے۔ اس میں ہرگز ہٹنا نہیں چاہئے۔ ہمیں ہر لمحہ ہمت اور شہیدانہ دلچسپی سے لڑنا ہے۔
 کئی بڑی کامیابیوں کا شہرہ ہے۔ بلکہ دنیا بھر میں مقبول ہے۔ مگر نظریہ کو اپنی جگہ پر رکھنا ہے۔ دنیا داروں اور علمبرداروں کے لیے ہرگز نہیں ہے۔
 سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے مقصد کو پہنچانے کے لیے ہر ممکنہ ذریعہ استعمال کرنا ہے۔ ہرگز ہٹنا نہیں چاہئے۔
 کیلئے ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔
 کہ یہ فیصلہ تو ختم ہو گیا ہے۔ اس میں ہرگز ہٹنا نہیں چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔
 ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔
 ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔
 ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔
 ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔
 ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَرْثَاؤُهُتْ رَسُوْلِ سَلَامٍ

رَبِّهِ الْاَلْبَانِيْنَ الْفَضِيْلِيْنَ

قَادِرِيْ رَاوَجِ بِنَبِيْهِ اَرْنِ عِنَا مَرْثَاؤُهُتْ

سَا بِيْ اِيْتِيْكَ نَبِيْ بَر رَاوَجِ مَنَعِيْ طَهْمِيْ

بَا اَرْنِ اَكْرَامِيْكَ وَوَدُوْكَ اَكْرَامِيْكَ صِدِيْقِيْ وَجُوْا بِيْ اَكْرَامِيْكَ
مَنْ اَزْدِيْهِ مَانِيْ وَرَاوَجِيْ فَخْرِيْ وَطَهْمِيْ

وَدَعَا عَمْرُو لِنَا مَسْجَبِ لَلْعَا مَسْجَبِ فَلَكَ عَمْرُو لِنَا عَمْرُو لِنَا مَقُوْلٍ وَوَسِيْلٍ

(بنام برادر اصغر سید نزاهت رسول قادری، تحریر مولانا عزیز اللہ نعیمی بلیاوی)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام ۹۱۶
 ۹۲
 محترم زید لطف
 دعوات صالحہ - طبع و عانت
 مباح راہی - بہان کم اور بہان ہم - آ - مشرق
 پاکستان میں ازدم مغربی پاکستان میں کیا ہے
 مولانا - ماس لکراؤ - ملاقات ہوگی - حضرت
 حجت الاسلام قدس سرہ العزیز کی یاد تازہ ہوگی -
 ۱۶، ۱۷، ۱۸ شعبان بروز جمعرات - جمعہ مطابق ۲۹، ۳۰، ۳۱
 مارچ سالانہ جلسہ دستار فضیلت ہے - آوار
 جامعہ رضویہ اور ایک جلسہ کے منتظر اور مکتوب
 پر سب سے معلوم ہوا کہ آج سے عزم محمد اسحاق اور
 اہل حق کو آملی بھانجی میں وہ لکھنؤ میں ہیں چنانچہ
 میرے محمد اسحاق صاحب کو بہان بلایا وہ آج موفک رہے
 لکھنؤ کے جلسے بہان کی - ہارس کی یاد تازہ ہوگی -
 لکھنؤ ہارس کی تصویر تین خیال میں متصور ہوگی
 کل ایک کیم کا جلسہ ہے اور پھل سلاز ایک بہان ہے -
 لکھنؤ کے وہ تین سال سے بہان ہیں اور ان

(مکتوب شیخ الحدیث علامہ محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ بنام مولانا سید وزارت رسول حامدی رضوی قادری علیہ الرحمۃ)



حبیب الرحمن صاحب
 ایف ای سی سی - نارتھ بنگال ایلیو
 ڈویژن - جھانگر جھانگر
 ایف ای سی سی
 مہری پاکستان
 East Pakistan

سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ان سے معلوم ہوا کہ نسیم
 بنگال میں ہے اور شمال احمد شہور میں ہے۔
 انتہا آہلو بھیا جانا ہے اس سے اسی تک نسبتاً
 کر رہیں کہ آغا عتہ ہو جائے۔ اسے تو ہمیں خط لکھا
 ہیں۔ دل میں آیا کہ سلام میں میں وہی ہمیں
 آ رہیں۔ بولی عزت آہلو اور اسے کہیں کہیں
 پہلے اور رہیں و ایمان سرفا ہم وہیں کہیں کہیں
 آ رہیں۔ وللاہ والذی لا یلہ الا وہ

شکرہ واصلی ولسلم علی رسولہ اکرم

اما بعد اجازت طلبی اس فقیر حقیر سے دلیل الخیرات لفظی و کتبہ کی
میں منجملہ میں جہت رسول قادری فریضی لفظی فقیر انھیں
علی بركة الله على بركة رسول الله صل جلاله ولى الله تعالى عليه وسلم
اس وقت لفظی کتبہ کی اجازت دی ہو کہ فقیر کو اسے فریضی
و سند و سائنس کرام علی اور فقیر دعا کرتا ہے کہ فریضی غرض
لطیف سیر عالم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سیر سیر و مدد و مدد تو فریق
سیرت فریضی اور دراز سیرت فریضی و مدد و مدد سے انھیں
میر و مرکت اور و مدد و مدد و مدد و مدد و مدد و مدد و مدد و مدد
اس فقیر حقیر کو بار کعبہ کے فریضی کتبہ فقیر قادری فریضی
محمد صمدی الدین صدر لفظی
فطرت و ایمان کی گھوڑی گھوڑی
۱۱ مہینہ ۱۳۹۵ھ
۱۱ مہینہ ۱۳۹۵ھ

(اجازت دلائل الخیرات بقلم مولانا مصطح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ بنام و جاہت رسول قادری)

قطبہ سال وصال

حضرت سید و زارت رسول قادری نور اللہ مرقدہ

”تذکرہ صلاح و تقویٰ“

۱۹۷۶ء

ایک مجموعہ فضائل تھا
سزا و گلزار حسن مصطفوی
خوشنما پیکر جلالت فقر
زہد و تقویٰ میں تھا بلند مقام
فیض یاب رضا و حضرت غوث
اس کے آثار ہیں یقین افروز

وہ وزارت رسول با اقبال
حیدری باغ کا نہال کمال
جاہ و اجلال عارفان کی مثال
وہ ستودہ صفات و نیک خصال
وہ بختہ نصیب و فرخ قال
شوق انگیز اس کے ہیں احوال

”نامی شہر معرفت“ طارق

۱۳۹۶ھ

اس مکرم کا ہے وصال کا سال

مکرمی سید و جاہت رسول قادری زید مجدہ کی نذر
از: طارق سلطان پوری

ادارت

بانی
مولانا سید
محمد ریاست
علی قادری علیہ السلام

مدیر اعلیٰ صاحبزادہ حجت رسول قادری
مدیر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
مدیر نائب اقبال احمد اختر قادری

ریسرچر
پروفیسر
ڈاکٹر محمد
مسعود احمد
ایم اے۔ پی ایچ ڈی

چراغ علم جلاؤ



ماہنامہ
معارف رضا کلچر



خود بھی رکن بنئے اور احباب ورشتہ داروں کے نام
رسالہ جاری کروا کر چراغ علم جلائیے۔

سالانہ رکنیت فیس = 120 روپیہ، تاحیات = 4000 یکمشت، بیرون ممالک = 10 ڈالر
تاحیات = 300 ڈالر یا اس کے مساوی پاکستانی کرنسی رقم بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ
ارسال فرمائیں رسالہ ہر ماہ آپ کے دیئے پتے پر ملتا رہے گا، اپنا پتہ صاف تحریر فرمائیں

رابطہ :- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489

فون :- 021-7725150-7771219، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail: marifraza@hotmail.Com)

ادارت

بانی
مولانا سید
محمد ریاست
علی قادری علیہ السلام

مدیر اعلیٰ صاحبزادہ حجت رسول قادری
مدیر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
مدیر نائب اقبال احمد اختر قادری

ریسرچر
پروفیسر
ڈاکٹر محمد
مسعود احمد
ایم اے۔ پی ایچ ڈی

چراغ علم جلاؤ



ماہنامہ
معارف رضا کلچر



خود بھی رکن بنئے اور احباب ورشتہ داروں کے نام
رسالہ جاری کروا کر چراغ علم جلائیے۔

سالانہ رکنیت فیس = 120 روپیہ، تاحیات = 4000 یکمشت، بیرون ممالک = 10 ڈالر
تاحیات = 300 ڈالر یا اس کے مساوی پاکستانی کرنسی رقم بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ
ارسال فرمائیں رسالہ ہر ماہ آپ کے دیئے پتے پر ملتا رہے گا، اپنا پتہ صاف تحریر فرمائیں

رابطہ :- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489

فون :- 021-7725150-7771219، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail: marifraza@hotmail.Com)